CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

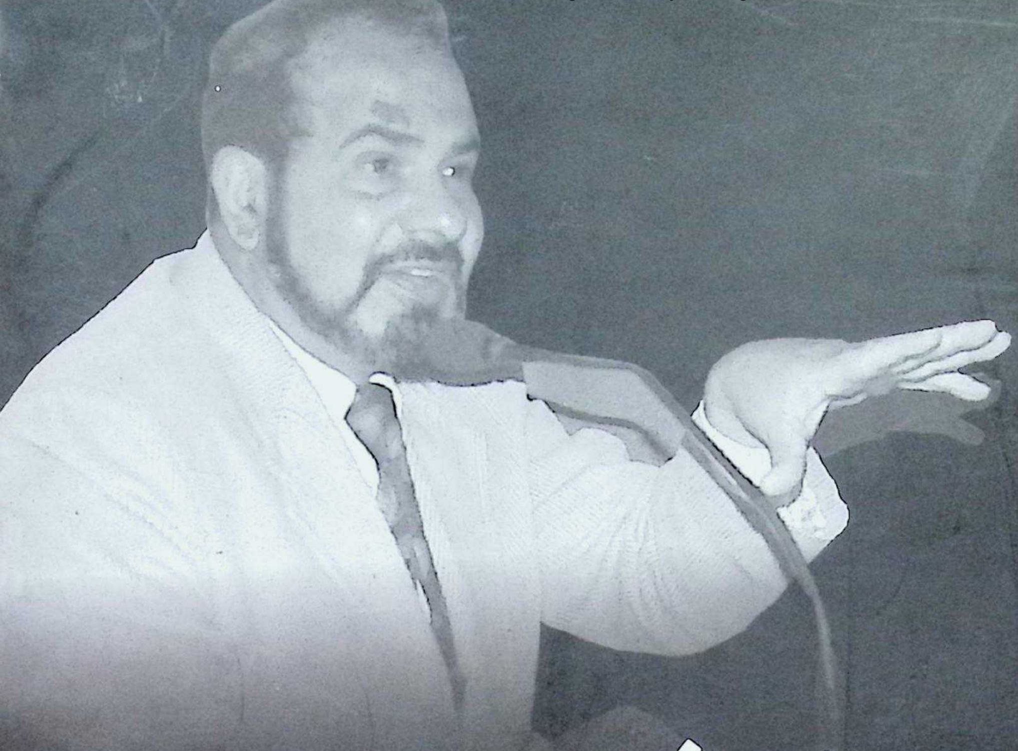

رینزو شاہ

کے

افسانوں کا تحقیقی مطالعہ

عرفان احمد قریشی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

رینزو شاہ
کے
افسانوں کا تحقیقی مطالعہ

عرفان احمد قریشی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

رینزوشاہ

کے

افسانوں کا تحقیقی مطالعہ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

رینزو شاہ
کے
افسانوں کا تحقیقی مطالعہ

مصنف

عرفان احمد قریشی

گلشن بُکس

ریذیڈنسی روڑ، سرینگر

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اس کتاب کو یا اس کے کسی بھی حصے کو مصنف کی اجازت کے بغیر، ماسوائے تحقیقی وتنقیدی کاموں کے لئے شائع کرنا جرم ہے۔ خلاف ورزی کرنے والوں پر قانونی کاروائی کی جائے گی۔

نام کتاب: رینزو شاہ کے افسانوں کا تحقیقی مطالعہ
مصنف: عرفان احمد قریشی
اشاعت: ۲۰۱۱ء
زیرِ اہتمام: شیخ اعجاز
کمپیوٹر کتابت: ڈاکٹر محمد عمران ٹاک
قیمت: ۲۹۵ روپے

ISBN: 978-81-8339-139-9

ناشر
گلشن بُکس
ریذیڈنسی روڈ، سرینگر کشمیر

تقسیم کار
شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجران کُتب
ریذیڈنسی روڈ، سرینگر کشمیر
مدینہ چوک گاؤ کدل سرینگر کشمیر

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

انتساب

اپنی امی اور ابو کے نام
جن کی محبت
نے مجھے لفظوں کے ساتھ
پیار اور خلوص سے پیش آنے کا سلیقہ بخشا

عرفان احمد قریشی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فہرست

دیباچہ(پروفیسر شہاب عنایت ملک) 7

کچھ اس کتاب کے بارے میں (ڈاکٹر محمد اشفاق) 9

پیش لفظ 10

پہلا باب:۔

حیات 14

آباواجداد، پیدائش، بچپن، تعلیم، ملازمت، شادی واولاد، تخلیقات، اعزاز وانعامات، شخصیت

دوسرا باب:۔ 27

ریاست جموں وکشمیر میں اُردو افسانہ

تیسرا باب:۔ 41

خواجہ فاروق احمد رینزو کی افسانہ نگاری ''ڈوبتے کنارے اور گرتی بلندیاں'' کی روشنی میں

چوتھا باب:۔ 100

خواجہ فاروق احمد رینزو کا مقام ریاستی اُردو ادب میں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دیباچہ

ریاست جموں کے کشمیر کے افسانوی ادب میں فاروق رینزو شاہ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ان کے دو افسانوی مجموعے اب تک شائع ہو چکے ہیں اس کے علاوہ ان کے افسانے ملک کے اہم رسائل و جرائد میں شائع ہوتے ہیں جنھیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے زیادہ تر اپنے افسانوں میں کشمیر کے مختلف مسائل کی عکاسی موثر انداز میں کی ہے۔

خواجہ فاروق رینزو شاہ کی افسانہ نگاری عرفان قریشی کا ایم فل کے لئے تحریر کردہ مقالہ ہے جو انھوں نے میری نگرانی میں لکھا ہے بحثیت نگراں میں نے اس مقالے کو کئی بار پڑھا اور اس کی نوک پلک سنواری۔عرفان قریشی نے اس مقالے کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں انھوں نے رینزو شاہ کی حیات اور شخصیت پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ان عوامل کی طرف اشارہ کیا ہے جن کی وجہ سے رینزو شاہ ایک نامور ادیب بنے۔

دوسرے باب میں ان تمام افسانہ نگاروں کا ذکر ہے جنھوں نے ریاست جموں و کشمیر میں اس صنف کی روایت کو بام عروج تک پہنچایا۔مقالہ نگار نے اردو افسانے کے آغاز و ارتقاء پر بھی روشنی ڈالی ہے اور ریاست جموں و کشمیر کے ادبی سفرنامے کو بھی بحث کا موضوع بنایا ہے۔

تیسرا باب رینزو کے افسانوی مجموعوں 'ڈوبتے کنارے' اور 'گرتی بلندیوں' سے متعلق ہے۔اس باب میں مقالہ نگار نے ان افسانوی مجموعوں میں شامل افسانوں کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس جائزے میں انھوں نے رینزو شاہ کے افسانوں کے پلاٹ، کردار،

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

موضوع اسلوب اور زبان و بیان سے بحث کی ہے۔ چوتھے باب میں مقالہ نگار نے اردو کے معتبر ناقدین کی آرا کو پیش کیا ہے اور ان آراء کی روشنی میں عرفان قریشی نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ رینزو کے افسانے نہ صرف اہم ہیں بلکہ ان افسانوں میں انھوں نے زندگی کے حقیقی موضوعات کو پیش کر کے مختلف مسائل کی عکاسی بھی ہے۔

یہ جان کے مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ عرفان قریشی اس مقالے کو شائع کروانے جا رہے ہیں جو نہایت ہی اہم قدم ہے۔ اہم قدم اس لئے کہ اکثر طالب علم ڈگری حاصل کرنے کے لئے مقالات تو تحریر کرتے ہیں لیکن بعد میں یہ مقالات یونی ورسٹی کے کتب خانے تک ہی محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ کتاب شائع ہونے سے اردو کا قاری رینزو شاہ کے فن اور شخصیت سے متعلق زیادہ جانکاری حاصل کر سکتا ہے۔ میں اس کتاب کی اشاعت پر عرفان قریشی کو مبارک باد دیتا ہوں اس امید کے ساتھ کہ آئندہ بھی وہ اپنے تنقیدی سفر کو جاری رکھ سکے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

پروفیسر شہاب عنایت ملک

صدر شعبہ اردو جموں یونی ورسٹی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کچھ اس کتاب کے بارے میں

ریاست جموں و کشمیر صدیوں سے علمی و ادبی سرگرمیوں کا گہوارہ رہی ہے۔ اس سرزمین نے ایسے نامور شاعر و ادیب پیدا کئے ہیں جنھوں نے اردو زبان و ادب کی بے لوث خدمت کی ہے۔ خواجہ فاروق احمد رینزوشاہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کے افسانوں کی خوبی جو غیر معمولی طور پر متاثر کرتی ہے وہ ان کے کہانی کہنے کا انداز ہے وہ افسانے لکھتے نہیں بلکہ بیان کرتے ہیں۔ رینزوشاہ کے قلم میں آبشاروں جیسا فطری بہاؤ ہے وہ جزئیات کا استعمال بھی فنکارانہ انداز سے کرتے ہیں۔

ان کے افسانوں میں کشمیر کے خوبصورت مناظر کی جھلکیاں اپنے پورے شباب پر دکھائی دیتی ہیں۔ مختلف سرکاری عہدوں پر فائز رہتے ہوئے رینزوشاہ کو عالم انسانیت کے دکھ درد کا بہت قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا اور جو کچھ انھوں نے محسوس کیا اسے افسانے کے قالب میں ڈھال دیا۔ بہر حال رینزوشاہ ایک ایسے افسانہ نگار ہیں ان کا دل ایک مظلوم کے دکھ سے تڑپ اٹھتا ہے۔ انسانیت پر ظلم و بربریت دیکھ کر ان کی آنکھیں خون بھرے آنسوؤں سے لبریز ہوتی ہیں اور وہ قوت مشاہدہ اور تخیل کے سہارے بہت عمدہ کہانی تیار کر لیتے ہیں۔

عرفان قریشی نے بڑے منصفانہ انداز سے رینزوشاہ کی حیات اور افسانہ نگاری کا جائزہ لیا ہے۔ مصنف نے بڑے مدلل اور واضح انداز میں تمام افسانوں کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا ہے جن کے مطالعے کے بعد قاری کو کشمیر کی تہذیبی، ثقافتی، تاریخی اور سماجی زندگی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ زبان و بیان اور اسلوب کے لحاظ سے بھی یہ کتاب خاصے کی چیز ہے۔

ڈاکٹر محمد اشفاق

فضل آباد سرنکوٹ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پیش لفظ

ریاست جموں و کشمیر میں اُردو زبان جہاں سرکاری زبان کی حیثیت رکھتی ہے وہیں اِسے ریاست کے تینوں خِطوں جموں، کشمیر اور لداخ میں رابطے کی زبان کا درجہ بھی حاصل ہے۔ اِس زبان کی لطافت ونفاست سے جہاں ہر خاص وعام مانوس ہے وہیں اِس زبان میں علم وادب کے ذخائر بھی جمع ہو گئے ہیں۔ اُردو فکشن نگاری کی تاریخ تب تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک نہ اِس ریاست سے وابستہ لکھنے والوں کی علمی وادبی خدمات کا جائزہ لیا جائے۔

ریاست جموں وکشمیر میں اُردو کی تقریباً ہر صنف میں ادبی تخلیقات موجود ہیں لیکن جہاں تک فِکشن کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں سب سے زیادہ کام افسانے، ناول اور ڈرامے پر ہوا ہے۔ دورِ حاضر میں اُردو افسانے پر طبع آزمائی کرنے والوں میں نور شاہ، حامدی کاشمیری، جان محمد آزاد، آنند لہر، ترنم ریاض اور دیپک بُدکی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ فکشن نگاروں کی اسی صنف میں فاروق احمد رینزو کا بھی شمار ہوتا ہے۔

میں شعبہ اُردو کی ریسرچ کمیٹی کا مشکور ہوں جنھوں نے مجھے ریاست جموں وکشمیر کی ایک ممتاز شخصیت خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کے افسانوں پر کام کرنے کا موقع دیا۔ فاروق رینزو شاہ کا شمار دورِ حاضر کے نمائندہ افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف افسانے لکھے بل کہ ناول نگاری کے میدان میں بھی اشہبِ قلم کی جولانیوں کے جوہر دکھائے۔

میری کتاب کا عنوان ''رینزو شاہ کے افسانوں کا تحقیقی مطالعہ'' ہے یہ کتاب چار ابواب میں منقسم ہے۔

پہلا باب خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کی حیات سے متعلق ہے۔ جس میں آبا واجداد، پیدائش،

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تعلیم اور ملازمت، ازدواجی زندگی واولاد، تخلیقات اور اعزاز وانعامات کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت کو بھی سامنے لانے کی سعی کی ہے۔

دوسرا باب ''ریاست جموں وکشمیر میں اُردو افسانہ'' پر مبنی ہے۔ اس باب میں ابتداء سے دورِ حاضر تک ریاست میں جتنے بھی افسانہ نگار ہوئے ہیں ان کی تصنیفات کا جائزہ لیتے ہوئے جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کی رفتار کو دیکھنے کی کوشش کی ہے۔

تیسرا باب خواجہ فاروق احمد رینزوشاہ کے افسانوں کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ ہے۔ اس باب میں فاروق رینزوشاہ کے دو افسانوی مجموعوں ''ڈوبتے کنارے'' اور ''گرتی بلندیاں'' پر مکمل بحث کی گئی ہے اور خواجہ فاروق احمد رینزوشاہ کی افسانہ نگاری کے فنی وادبی محاسن کو منظر عام پر لانے کی سعی کی گئی ہے۔

چوتھا باب: کتاب کا چوتھا اور آخری باب ''خواجہ فاروق احمد رینزوشاہ کا مقام ریاستی اردو ادب میں'' کے عنوان سے ہے۔ رینزوشاہ کے افسانوں اور ناولوں پر جن ناقدین اور قدرشناسوں نے جو آرائیں پیش کی ہیں ان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ریاستی ادب میں رینزوشاہ کا مقام ومرتبہ متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اپنی اس تحقیقی وتنقیدی کتاب کو اختتام تک پہنچانے کے لیے مجھے بہت سی دشوار گزار راہوں سے گذرنا پڑا مگر خدائے عزوجل کا لاکھ لاکھ شُکر واحسان ہے کہ جس نے مجھے نہ صرف صحت و تندرستی عطا کی بل کہ میرے راستے میں حائل ہونے والی تمام مشکلات کو آسان کردیا۔

پروفیسر شہاب عنایت ملک کی نگرانی میں کتاب مکمل کرنے میں خود کو خوش بخت محسوس کرتا ہوں کیونکہ ان کی رہنمائی ونگرانی میں کام کرنے اور ان کے علمی فیوض وبرکات سے اپنے علم میں استطاعت نصیب ہوئی۔ پروفیسر موصوف کی شفقت، تربیت، رہنمائی اور تعاون کے لیے سراپا مشکور وممنون ہوں ان کی پُروقار شخصیت نے مجھے جس قدر متاثر کیا اور میرا حوصلہ بڑھایا اِس سلسلے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ:۔

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں وہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
تیرا ہاتھ، ہاتھ میں آ گیا کہ چراغ راہ کے جل گئے

(مجروحؔ)

اپنے والدین کا شکریہ ادا کرنا میں اس لیے بھی اپنا اولین فرض سمجھتا ہوں کہ میں آج جو کچھ بھی ہوں انہیں کی مہربانیوں اور نیک خواہشات کے سہارے ہوں جن کی تربیت سے میری شخصیت میں نکھار آیا۔ جن کی محنت اور حق حلال کی کمائی اور دعاؤں سے میرے تعلیمی سفر کی تکمیل ہوئی۔ کیوں کہ

میری امّی نے مجھ کو باہوں میں جھولا جھولایا ہے
مجھے ابو نے انگلی تھام کر چلنا سکھایا ہے

دیگر افراد خانہ میں اپنی چھوٹی بہن فوزیہ قریشی اور برادرِ اصغر آفاق احمد قریشی کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں تے اپنی کم سنی کے باوجود بھی مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

میں جناب فاروق احمد رینزوشاہ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جب بھی میں نے اُن سے ملاقات کی تو انہوں نے خندہ پیشانی سے میرے سوالوں کا تسلی بخش جواب دیا اور میری ہمت بڑھائی۔

دوستوں کی صحبت کا اثر انسان قبول کر ہی لیتا ہے۔ اس ضمن میں اگر میں اپنے دوستوں کی فہرست تیار کرنے بیٹھوں تو صفحات کے صفحات سیاہ ہو جائیں گے۔ بحرحال ان دوستوں اور رفقاء کار میں ڈاکٹر راجہ شوکت علی، وجے شرما، ڈاکٹر علمدار حسین شاہ، قاسم ملک، ضمیر مسلم، قابل ذکر ہیں۔ ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسرت محسوس کرتا ہوں کہ ان کے قیمتی مشوروں سے میں اپنی کتاب پایہ تکمیل تک پہنچا سکا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آخر میں ڈاکٹر محمد عمران ٹاک کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ جس نے اس کتاب کی کتابت دلچسپی سے کی۔

تحقیق کے سلسلے میں یہ میری پہلی کوشش ہے جس میں غلطیوں کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں اس کے باوجود بھی مجھے اُمید ہے کہ ادبی حلقوں میں میری اس ادنیٰ سی کوشش کو سراہا جائے گا۔

شکریہ

عرفان احمد قریشی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حیات

ریاست جموں و کشمیر عہد قدیم سے ہی نہ صرف فکر و فلسفہ اور علم و ادب کا گہوارہ رہی ہے۔ بل کہ یہ خطہ ہمیشہ سے محبت اور آپسی بھائی چارے کے لیے جانا جاتا ہے۔ اس ریاست کا ماحول اور آب و ہوا تروتازہ و خوشگوار ہے اپنے حُسن و جمال کی وجہ سے اسے جنتِ بے نظیر بھی کہا جاتا ہے۔

ادبی اعتبار سے اگر ریاست کے قدیم سرمائے پر نظر ڈالی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں قدیم زمانے سے ہی شعروادب کی محفلیں سجتی رہی ہیں۔ لہذا ان محفلوں کے ذریعے شعروادب کی ایسی شمعیں روشن ہوئیں جس کی روشنی سے نہ صرف کشمیر بل کہ برصغیر ہندوپاک کے دوسرے مراکز بھی روشن ہوئے۔ اُردو یہاں کی سرکاری زبان ہے ریاست کے تینوں خطوں میں بولی سمجھی اور پڑھی جاتی ہے۔ اُردو زبان کی نشوونما کو بڑھانے کے لیے جو بڑے بڑے ادیب شاعر اور فنکار پیدا ہوئے ان میں ایک اہم نام خواجہ فاروق احمد رینزو کا بھی ہے۔ جنہوں نے ناول، ڈرامے اور افسانے میں اچھی خاصی شہرت حاصل کی اور اب بھی قلم کی رفتار جاری وساری ہے۔

آباواجداد

خواجہ فاروق احمد رینزوشاہ کے مورثِ اعلیٰ کا تعلق کاشغر چین سے تھا۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب کاشغر اور چین کے درمیان کوئی فرضی دیوار حائل نہ تھی۔ رینجن شاہ جو کہ کاشغر کے ایک مشہور راجہ تھے جس کا ذکر غلام محی الدین صوفی نے اپنی تاریخی کتاب ''کیشر'' میں کرتے ہوئے کہا ہے۔ (صفحہ نمبر ۱۱۹)۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''رینجن شاہ رینزو شاہ کے نام سے بھی مشہور تھا'' اِس کے علاوہ خواجہ دیدمری نے بھی انہیں رینزوشاہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ رینجن شاہ (رینزوشاہ) اپنی بہادری کی بنا پر عوام میں کافی مقبول تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں انہیں شیر کے لقب سے بھی نوازا گیا ہے۔

کشمیر سے ان کی گہری وابستگی کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ ۱۸-۱۳۱۷ء میں جب تاتاریوں نے کشمیر پر حملہ کیا اور سارے کشمیر کی بربادی کے ساتھ عوام پر ظلم وتشدد کے پہاڑ گرائے ہوئے انہیں طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کیا۔ اس بات کا علم جب رینجن شاہ کو ہوا تو انہوں نے کشمیری عوام کو مصیبت کے چُنگل سے آزاد کرنے کی غرض سے کشمیر کا رُخ کیا۔ جب کہ اُس وقت تاتاریوں کے قہر ساماں حملے سے خوف زدہ ہو کر کشمیر کا بادشاہ ''سہادیو'' بھاگ گیا تھا لیکن رینجن شاہ نے بغیر کسی خوف و ہراس کے تاتاریوں کا مقابلہ کیا۔ دلیری اور بہادری سے لڑتے ہوئے انہیں شکست دی۔

رینجن شاہ کی بہادری اور دلیری نے اہلِ کشمیر کے دل میں ان کے تئیں محبت کے چراغ اس قدر روشن کیے کہ راما چند (جنہوں نے سہادیو کے بھاگ جانے کے بعد تخت سنبھالا تھا) نے بھی رینجن شاہ کی اطاعت قبول کرتے ہوئے اپنی بیٹی کوٹا رانی کی شادی رینجن شاہ (رینزوشاہ) سے کردی۔

رینجن شاہ اور ان کی اہلیہ شادی کے بعد سماجی بہبود کے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ کشمیری جو اُس وقت تاتاریوں کے حملے سے سہمے ہوئے تھے۔

رینجن شاہ نے ان کے احساس خودی کو بیدار کرتے ہوئے کہا کہ وہ کشمیری ہونے پر فخر محسوس کریں۔ رینجن شاہ ابتداء میں بدھ مذہب کے پابند تھے۔ ان کی شریک حیات کوٹا رانی ہندو مذہب کی پیروکار تھیں۔ لیکن بعد میں دونوں نے اسلام قبول کیا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اسی دوران ۱۳۲۰ء میں حضرت بُلبُل شاہ عبدالرحمٰن شرف الدین کشمیر تشریف لائے۔ آپ کے وطن کے بارے میں مورخین میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔

ماسٹر غلام نبی کینگ قادری لکھتے ہیں:۔

''حضرت سید شرف الدین عبدالرحمٰنؒ (جو عام طور پر حضرت بلبل شاہ صاحب) کے نام سے مشہور و معروف ہیں کی ولادت کے بارے میں مورخین خاموش ہیں البتہ آپ کے وطن پر مورخوں میں اختلاف ہے۔ کچھ آپ کو سمرقند اور کچھ آپ کو بخارا کا باشندہ بتاتے ہیں۔ کچھ سنٹرل ایشیا کے کسی علاقے سے آکر وارد کشمیر ہونے کے قائل ہیں۔ مگر اکثر آپ کو ترکستان کا باشندہ بتاتے ہیں۔'' [1]

رینجن شاہ کا محل موجودہ نوا کدل (Women's College) وومنز کالج کی عمارت کے مقام پر واقع ہے اور بلبل شاہ دریائے جہلم کی دوسری جانب لنکر میں قیام پذیر ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق بلبل شاہ نے ایک روز نمودِ سحری کو جب فجر کی نماز کے لیے آواز بلند کی تو کشمیر کی وادیوں میں گونجنے والی یہ پہلی اذان تھی۔

رینجن شاہ (رینزو شاہ) جو کہ اپنے محل میں محوِ خواب تھے جب اذان ان کی سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ اُسی وقت اپنا لشکر لے کر محل سے باہر نکل گئے۔ موجودہ نوا کدل اور عالی کدل کے درمیان واقع بلبل لنکر کے پاس رُک کر دیکھا کہ ایک باریش پُرنور بزرگ نمازِ فجر میں محو ہیں۔ رینجن شاہ نے جب دیکھا کہ بُزرگ لشکر دیکھ کر نہیں گھبرائے اور نہ ہی نماز

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سے اپنا دھیان موڑا تو رینچن شاہ جو کہ رمزشناس تھے اس بزرگ کی آفاقیت اور بلندی کو اُسی وقت سمجھ گئے۔

رینچن شاہ (رینزو شاہ) نے بلبل شاہ کو نماز مکمل کرنے کے بعد محل میں بلوایا تو تاریخی شواہد اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تین دن اور تین راتیں محل میں اپنے وزراء کے ساتھ اسلام، بدھ دھرم اور ہندو مذہب کے بارے میں جانکار حاصل کرتے ہوئے مذہب اسلام کے قائل ہوئے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے رینچن شاہ (رینزو شاہ) کو یہ اعزاز بخشا تھا کہ وہ کشمیر کے پہلے اسلامی بادشاہ ہونے کا شرف حاصل کرنے کے علاوہ بلبل شاہ کے دستِ مبارک سے اسلام قبول کریں۔ بعدازاں اسی مقام یعنی عالی کدل میں رینزو شاہ نے پہلی مسجد (جسے جامعہ اول کا نام دیا جاتا ہے) تعمیر کروائی۔

اِسی عرصہ میں بلبل شاہ کے ساتھی کمال الدین کی وفات ہوئی جنہیں وومنز کالج (Women's Colllege) کے سامنے مسجد کے پاس دفنایا گیا۔ لہٰذا کشمیر میں کھودی گئی یہ پہلی قبر تھی جس پر پتھر کا نشان مقبرے کے طور پر رکھا گیا اور جسے ''کُن مزار'' یعنی پتھروں کا مزار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کمال الدین کا آستانہ اُسی جگہ پر ابھی تک موجود ہے۔

وقت کے پنچھی نے اِس قدر تیز اُڑان بھری کہ سال مہینوں اور گھڑیوں کی صورت میں گذرتے گئے اور پھر ایک دن ایسا آیا کہ رینچن شاہ (رینزو شاہ) کے بیٹے حیدر کی شادی کمال الدین کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اسی عرصہ یعنی ۱۳۲۴ء میں رینچن شاہ (رینزو شاہ) کی وفات ہوئی۔ جس کے ایک سال بعد ان کی شریکِ حیات کوٹا رانی نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔

اسی عرصہ میں سیاسی ہل چل اس قدر تیز ہوئی کہ رینچن شاہ اور ان کی شریکِ حیات کی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

وفات کے بعد ان کا خاندان عتاب کا نشانہ بننے لگا۔ بالخصوص آپ کے فرزند حیدر شاہ کو اس ظلم و جبر کا سامنا کرنا پڑا۔ حیدر شاہ نے اپنے آپ کو دوسرے حملہ آور بادشاہوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک مُدت تک روپوشی اختیار کر لی

حیدر شاہ کے فرزند جمال الدین جوں ہی جوان ہوئے تو اسی دوران ۱۳۸۰ء میں موجودہ عیدگاہ کے موقع پر حیدر شاہ ایک فوجی معرکے میں مارے گئے۔ جمال الدین کے بعد اس خاندان نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کشمیر پر زین العابدین المعروف بڈشاہ کا دورِ حکومت تھا۔ اور ریزو خاندان کے سربراہ شیخ نور الدین نورانی المعروف (المدارِ کشمیر) کے صوفیانہ سلسلے کے معتقد ہو گئے۔

جمال الدین کے بعد اس خاندان کے اہم اشخاص پیڑھی در پیڑھی آتے رہے ان اہم شخصیات میں خواجہ غلام قادر ریزو، خواجہ حمید الدین ریزو، خواجہ ستار ریزو، خواجہ احمد جو ریزو، خواجہ علی محمد ریزو اور خواجہ اسداللہ ریزو قابلِ ذکر ہیں۔ یہ اسی علاقہ کن مزار نواکدل میں قیام پذیر رہے۔ اور وہیں ان کی ابدی آرام گاہ بنی۔

ابتداء سے ہی یہ خاندان کافی پڑھا لکھا تھا علم و ادب کے علاوہ سیاست و ثقافت سے بھی اس خاندان کی گہری دلچسپی رہی ہے۔ لہذا اس خانوادے سے تعلق رکھنے والی بعض ایسی ہستیاں وجود میں آتی ہیں۔ جنہوں نے علم و ادب، کلچر، موسیقی اور سیاست کے شعبہ جات میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔

خواجہ فاروق احمد ریزو شاہ کے دادا خواجہ اسداللہ ریزو کے دو بیٹے تھے جن میں ایک کا نام ولی کشمیری ریزو تھا۔ انہوں نے پاکستان میں کافی شہرت حاصل کی اور بالآخر ۱۹۷۱ء میں ان کی وفات آسام کے علاقہ میں واقع ہوئی۔ آپ کے دوسرے بیٹے کا نام خواجہ غلام محمد ریزو تھا جو کہ خواجہ فاروق احمد ریزو شاہ کے والد محترم ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں آپ کی شادی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

محترمہ سارہ بیگم سے ہوئی جن کا تعلق ایک پڑھے لکھے گھرانے سے تھا۔

خواجہ غلام محمد رینزو اپنے دادا کی طرح نہ صرف صوفی منش، نیک، عبادت گذار اور قلندر صفت انسان تھے بل کہ متقی اور پرہیزگار بھی تھے۔ لہذا آخری دم تک آپ معمول کے مطابق تلاوت کلام پاک کرتے رہے۔ خواجہ غلام محمد رینزو نے اپنی تمام زندگی سادگی اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے میں سر کی۔ بلاآخر ۵ رنومبر ۱۹۹۹ء میں اس دارِ فانی سے چل بسے۔

خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کی والدہ محترمہ کا نام سارا بیگم ہے جو اُس وقت کے ایک معروف اسکالر ماسٹر غلام قادر کی صاحبزادی تھیں۔ محترمہ سارہ بیگم کو علم وادب سے کافی دلچسپی تھی اکثر فرصت کے اوقات میں مطالعہ کرتی تھیں۔ انہوں نے تصوف، نورالدین نورانی، لل دید، (للہ عارفہ) جلال الدین بلبل شاہ اور کمال الدین بلبل شاہ پر کافی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کے پاس حضرت بلبل شاہ کا لکھا ہوا قرآن شریف تھا۔ جس کی وہ تلاوت کیا کرتی تھیں۔ یہ قرآن پاک اب بھی اسلامیہ کالج سرینگر کی لائبریری میں موجود ہے۔ محترمہ سارہ بیگم نہایت ہی خوش اخلاق خاتون تھیں۔ وہ کسی بھی قسم کے داخلی یا خارجی تنازعہ کو پسند نہیں کرتی تھیں۔ اس لیے گھر شفقتوں اور محبتوں کا گہوارہ تھا۔ اگرچہ گھر میں کام کاج کے لیے نوکر بھی تھے لیکن اس کے باوجود وہ گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں۔ محترمہ سارہ بیگم کی وفات ۱۱ راپریل ۱۹۷۲ء میں ہوئی۔

خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کے دو بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ بڑے بھائی کا نام عبدالمجید ہے اور چھوٹے بھائی کا نام عبدالحمید ہے۔ جبکہ چار بہنوں کے نام راجہ بانو، نورہ بانو، شکیلہ اختر اور فردوس پروین ہیں۔ نورہ بانو غربی صاحب کی اہلیہ ہیں۔ راجہ بانو کی شادی عبدالرشید بٹ صاحب کے ساتھ ہوئی ہے جو سنتور ہوٹل کے فوڈ سپلائر گروپ کے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سرپرستِ اعلیٰ ہیں۔شکیلہ اختر کی شادی محمد یونس بٹ کے ساتھ ہوئی ہے جو ٹائٹن کمپنی کے مالک ہیں اور فردوس پروین جو خود ایک سرکاری عہدے پر فائز ہیں کی شادی فیاض احمد بٹ کے ساتھ ہوئی ہے۔عبدالحمید کے بچے ذوبی اور ندا شمسی ہیں جبکہ عبدالمجید کے دو بیٹے قابل وکیل ہیں۔ فاروق رینزو شاہ کے والد نسبتی بھی ادب سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ انہوں نے تقریباً دس کتابیں اور ہزاروں تحقیقی مضامین لکھے ہیں۔

پیدائش

خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ ۱۴ر ستمبر ۱۹۵۷ء میں بٹہ مالو سرینگر میں پیدا ہوئے۔ جب کہ سرکاری کاغذات کے مطابق ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۵۵ء ہے۔

تعلیم اور ملازمت

خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ نے ابتدائی تعلیم نوا بازار مڈل اسکول سے حاصل کی۔ادب سے انہیں کافی لگاؤ تھا۔ ابتداء میں ہی افسانے سے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی اور اکثر کہانیاں پڑھتے رہتے تھے۔مڈل کلاس کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۹۷۳ء میں نواکدل اسکول سے الیکٹیو کا امتحان اول درجے میں پاس کیا۔

۱۹۷۵ء میں ایس، پی کالج سرینگر سے (B.Sc.) بی۔ایس۔سی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۸ء میں انہیں ایل۔ایل۔بی۔ کے امتحان میں امتیازی پوزیشن حاصل کرنے پر گولڈ میڈل سے نوازا گیا۔

فاروق احمد رینزو شاہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ بیک وقت ادیب، ڈائریکٹر اور اداکار ہونے کے ساتھ ساتھ فکشن نگار بھی ہیں۔ جوں ہی آپ کی تعلیم

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مکمل ہوئی تو جموں وکشمیر بنک میں ملازمت اختیار کرلی ایک سال تک وہاں رہے۔ بعد ازاں ۱۹۸۰ء میں پی۔ایس۔سی (PSC) کا امتحان اول درجے میں پاس کر کے انفارمیشن آفیسر (Information Officer) مقرر ہوئے۔ اسی اثناء میں شیخ محمد عبداللہ جو اس وقت ریاست کے وزیر اعلیٰ تھے کے ساتھ دو سال تک بحیثیت انفارمیشن آفیسر رہے۔ وسیع مطالعے اور عمیق مشاہدے کی بنا پر ''کشمیر ٹوڈے (Kashmir Today) اور اسلامک نمبر نکالنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

نومبر ۱۹۸۳ء میں Assistant Director Audio Visual کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۸۴ء میں کلکتہ بحیثیت Public Relation Officer of J&K Govt. بھیجے گئے۔ ایک سال وہاں رہے اسی اثناء میں Tripuli Libia جانے کا موقع ملا اور وہاں Literary International Conference میں شرکت کی۔

۱۹۸۶ء میں پولیس محکمے میں Public Relation کے صدر مقرر ہوئے جو Director کا عہدہ تھا۔ ۱۹۸۹ء میں وزیر اعظم راجیو گاندھی کے پینتالیسویں جنم دن کے موقع پر All India Urdu Morcha Convention میں محمد یوسف ٹینگ کے ہمراہ بحیثیت مقرر شرکت کی۔ ۱۹۹۳ء میں ڈویژنل کمشنر کشمیر کے Public Relation Officer بنے۔ اسی دوران انہیں حج آفیسر کا عہدہ سونپ دیا گیا۔ حج آفیسر ہونے کے ناطے نہایت ہی خوش اسلوبی سے فرائض منصبی انجام دیے۔ اس دوران ریاست سے حاجیوں کو براہ راست جدہ کے لیے پرواز کی سہولت میسر نہ تھی۔ آپ نے اپنی ذاتی کاوشوں کی بنا پر ریاست جموں وکشمیر کے حاجی صاحبان کو یہ سہولت دستیاب کروائی۔

۱۹۹۶ء میں Dy. Director Information Kashmir کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اور چار سال کی مدت گذارنے کے بعد ۲۰۰۰ء میں Dy. Director

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

State ٹرانسفر ہوئے ۲۰۰۲ء میں Joint Director Industries کے عہدے پر فائز ہوئے۔

۲۰۰۳ء میں سفرِ محمود پر روانہ ہوئے اور ۲۰۰۳ء میں ہی Joint Director Information بنائے گئے۔ ۲۰۰۴ء میں ناظم اطلاعات Director Information مقرر ہوئے۔ حکومت نے ۲۰۰۷ء میں انہیں ڈپٹی کمشنر بڈگام مقرر کیا اور تاحال اسی عہدے پر فائز ہیں۔

ازدواجی زندگی اور اولاد:۔

۲۹ رجولائی ۱۹۸۳ء میں خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کی شادی ہوئی۔ اُس وقت آپ کی عمر ۲۶ سال تھی۔ آپ کی شادی ایک معزز خاندان میں حاجی محمد سلطان ووڑو جو محکمہ جنگلات میں کنزرویٹر (Conservator) کے عہدے پر فائز تھے کی صاحبزادی انجم سلطانہ سے ہوئی۔

انجم سلطانہ اعلٰے تعلیم یافتہ اور مہذب خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ خوش اخلاق بھی ہیں۔ جن کا ساتھ خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کی ادبی زندگی میں رکاوٹ نہیں بنا بلکہ انہیں ہمیشہ ان سے تحریک ملتی رہی۔ محترمہ انجم سلطانہ کی تعلیم بی۔اے، بی۔ایڈ ہے۔ اور گورنمنٹ بوائز ہائی اسکول نشاط میں معلّمہ کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ انجم سلطانہ کے بطن سے تین اولادیں پیدا ہوئیں بڑی بیٹی کا نام بینش ہے جس نے (BITS) (Planning) میں انجینئرنگ کی ہے اور اس وقت دنیا کی مشہور کمپیوٹر کمپنی میں ذمہ داری کے ساتھ فرائض انجام دے رہی ہیں۔ چھوٹی بیٹی مہوش کانونٹ اسکول میں نویں جماعت میں پڑھ رہی ہیں۔ بیٹے کا نام دانش ہے۔ وہ نہایت ہی شریف اور اخلاق پسند

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہے اس وقت لاس انجیلز (Los Angles) میں کمپیوٹر انجینئرنگ کررہا ہے۔ ان کی ساری اولاد شائستہ اور مہذب ہے۔

تخلیقات:۔

خواجہ فاروق احمد رینزوشاہ کا شمار ریاست کے جدید افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ ریاست کے بیسویں صدی کی آخری دہائی کے افسانہ نگاروں میں ان کا نام خصوصیت کا حامل ہے۔ ان کی پہلی کتاب ''ڈوبتے کنارے'' ۱۹۸۰ء میں منظرِ عام پر آئی اور پھر ان کی لکھی ہوئی ناول ''زخموں کی سالگرہ'' نے ادبی دنیا میں ایک منفرد مقام بنالیا۔ خواجہ فاروق احمد رینزوشاہ عالمی اُردو کانفرنس کے کنویز بھی رہے اور مختلف ممالک میں بحیثیت دانشور شرکت کرنے کا موقع بھی ملا۔ رینزوشاہ کے ڈرامے اور ان کی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں:۔

۱۔	ڈوبتے کنارے	(افسانوی مجموعہ)
۲۔	گرتی بلندیاں	(افسانوی مجموعہ)
۳۔	رات ایک درد کی	(ڈرامہ)
۴۔	زخموں کی سالگرہ	(ناول)
۵۔	انقلاب کا شہید	(ناول).
۶۔	برف کے پھول	(ناول)
۷۔	کشمیر جھیل جلتی ہے	(ناول)

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اعزاز و انعامات:

خواجہ فاروق احمد رینزوشاہ اردو افسانہ نگاری کا ایک معتبر نام ہے۔ وہ گذشتہ تیس سال سے اپنی کہانیوں کے ذریعے قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کرر ہے ہیں۔

فاروق رینزوشاہ ۱۹۷۷ء میں کشمیر یونیورسٹی سٹوڈنٹس یونین کے صدر منتخب ہوئے۔ اسی دوران ''رات ایک درد کی'' کے عنوان سے ایک ڈراما لکھا جسے بے حد مقبولیت حاصل ہوئی اور ایک اداکار کی حیثیت سے اسٹیج پر آئے تو ''انٹر یونیورسٹی'' مقابلے میں بہترین اداکاری پر پہلا انعام حاصل کیا۔ ۱۹۷۸ء میں کرناٹک میں (نیشنل ڈی بیٹ) میں دوسرا انعام حاصل کیا۔ اس کے بعد کشمیر یونیورسٹی سے ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان پہلی پوزیشن میں پاس کیا اور انہیں گولڈ میڈل سے نوازا گیا۔

۲۰ راگست ۱۹۸۹ء میں عالمی اردو کانفرنس میں وزیر اعظم راجیو گاندھی نے ایوارڈ دیا۔

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ، اندرا گاندھی، نرسہما راؤ، ڈاکٹر فاروق عبداللہ، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، مفتی محمد سعید اور غلام نبی آزاد نے بھی ادبی خدمات کے سلسلے میں انہیں ایوارڈ سے نوازا ہے۔

خواجہ فاروق احمد رینزوشاہ کو صادق میموریل ایوارڈ، مہجور ایوارڈ، چراغِ کشمیر ایوارڈ، رسا جاودانی میموریل ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے۔

شخصیت:۔

خواجہ فاروق احمد رینزوشاہ اُردو دنیا کی ایک ہمہ گیر شخصیت ہیں۔ بلند قد و قامت اور معصوم چہرہ، ان کی معصومیت کو دیکھ کر ایک عام انسان کے لیے یہ ثابت کرنا مشکل ہو جاتا

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہے کہ ان کے اس معصوم چہرے کے اندر کیا چھپا ہوا ہے۔

لیکن جب قاری ان کی تخلیقات کو پڑھتا ہے تو اُس کو ان کے ذہن تک رسائی ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے اندر کی اضطرابی کیفیت اور اپنی تجسس و تڑپ کو کھل کر اپنے افسانوں میں بیان کر دیا ہے۔ ان کا گفت وشنید کا طریقہ قابلِ تعریف ہے۔ اس سلسلے میں کابینہ کے سابق وزیر جناب بشیر احمد نگرو کا کہنا ہے کہ:۔

> ''انسان دوستی اور ہمدردی کا جذبہ خواجہ فاروق احمد رینزو کے اندر قدرتی طور پر موجزن ہے۔ وہ نہایت ہی ملنسار اور ہمدرد انسان ہیں۔ اُن کی تخلیقات کو پڑھ کر ان کی شخصیت کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔'' ۲

خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ مُرنجان مُرنج طبیعت کے مالک ہیں وہ ہمیشہ ہشاش بشاش دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کے ماتھے پر کبھی کوئی شکن نہیں ہوتی۔ وہ ہر ایک سے نرمی اور انکساری سے پیش آتے ہیں۔ اور ہر کسی کا بھلا چاہتے ہیں۔ پروفیسر اندو کلم خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کی شخصیت کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتی ہیں:۔

> ''فاروق رینزو کی شخصیت ذات پات اور مذہبی تعصب سے پاک ہے۔ وہ ایک سیکولر شخصیت ہیں۔ یونیورسٹی کے دوران ادبی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ انسان دوستی اور ہمدردی ان کا خاص وصف ہے۔'' ۳

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزو شاہ شریف النفس انسان ہیں۔ دوستوں کے ساتھ محفل جمانا اور ان کے ساتھ ہنسی خوشی بیٹھنا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ نہایت ہی خوددار طبیعت کے مالک ہیں۔ اُن کے چہرے سے معصومیت ٹپکتی ہے۔ اور یہی معصومیت ان سے ملنے والوں کو ان کا گرویدہ بنا دیتی ہے۔ بقول پروفیسر شہاب ملک:۔

> ''خواجہ فاروق رینزو کی شخصیت بڑی متاثر کن ہے۔ دوستوں کی قدر کرنے کا ہنر انہیں خوب آتا ہے۔ چہرے سے اگرچہ کہ معصومیت جھلکتی ہے۔ لیکن اس معصومیت کے پیچھے ایک دردمند دل بھی ہے جو ہر وقت بلا لحاظ مذہب وملت قوم کی خدمت کرنے کے لیے تڑپ رہا ہوتا ہے'' [۴]

☆☆☆

حوالہ جات

۱..بانیِ عرفان درحالات حضرت سید عبدالرحمٰن (بلبل شاہ) مولف۔ ماسٹر غلام نبی کینگ ص ۲۸۔۲۷

۲..یہ معلومات راقم الحروف کو بشیر احمد نینگد و صاحب سے ایک انٹرویو کے دوران حاصل ہوئی۔

۳..اِن خیالات کا اظہار پروفیسر اندو کلم نے ایک انٹرویو کے دوران کیا۔

۴..ان خیالات کا اظہار پروفیسر شہاب عنایت ملک نے ایک انٹرویو کے دوران کیا۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ریاست جموں وکشمیر میں اُردو افسانہ

نثری اصناف میں افسانے کو بے حد اہمیت حاصل ہے یہ صنف اُردو میں مغرب کی وساطت سے داخل ہوئی۔ منشی پریم چند کو اس صنف کا موجد قرار دیا جاتا ہے۔ان کے بعد بے شمار افسانہ نگار اُبھر کر سامنے آئے جنہوں نے اس صنف کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کر کے افسانے کے ذخیرے میں بے حد اضافہ کیا۔ان افسانہ نگاروں میں کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، واجدہ تبسم، خواجہ احمد عباس، نیاز فتح پوری، سجاد حیدر یلدرم، قرۃ العین حیدر وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔ جنہوں نے افسانے میں فنی اور ہیتی تجربے کر کے اس صنف کو بے حد وسعت عطا کی۔

ریاست جموں وکشمیر میں جہاں تک افسانے کا تعلق ہے تو اس کے ابتدائی نقوش بیسویں صدی سے ہی ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔

ریاست کا ابتدائی افسانہ نگار کون ہے اس سلسلے میں محققین میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ بعض محققین پریم ناتھ پردیسی کو ریاست جموں وکشمیر کا پہلا افسانہ نگار تسلیم کرتے ہیں۔ جب کہ بعض محمد دین فوق کی نثری تحریروں میں افسانے کی ابتدائی جھلکیاں دیکھتے ہیں۔ ڈاکٹر برج پریمی ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

> ”ریاست میں اُردو افسانے کی طرف سب سے پہلے مورخ، ادیب، شاعر اور صحافی محمد دین فوق نے توجہ دلائی۔ اگرچہ فوق نے زندگی کا بیشتر حصہ پنجاب میں گذارا لیکن ان کے کشمیریت کے جذبے کے بارے میں دو رائے نہیں ہوسکتی۔ فوق نے روشِ زمانہ کے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مطابق کئی تاریخی اور نیم تاریخی قصے قلمبند کیے جنہیں
ہم ریاست میں اُردو افسانے کے اولین نقوش کہہ
سکتے ہیں۔''[1]

ریاست کے ابتدائی افسانہ نگار پر بات کرتے ہوئے جہاں برج پریمی نے محمد رین فوق کو اُردو کا پہلا افسانہ نگار مانا ہے۔ وہیں دوسری طرف پروفیسر عبدالقادر سروری نے اِس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ریاست میں اُردو کے باقاعدہ پہلے افسانہ نگار پریم ناتھ پردیسی ہیں اس حوالے سے وہ یوں رقمطراز ہیں:۔

''نئے شعور کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی ریاست
کے افسانہ نگاروں نے اپنے عصر کے مسائل کو افسانے
کے ذریعے اُبھارنے کی کوشش کی۔ اس کے ابتدائی
آثار پریم ناتھ پردیسی کے ہاں نظر آتے ہیں۔''[2]

متذکرہ اقتباسات کے مطالعے سے یہ عقدہ وہ ہوتا ہے کہ ریاست جموں وکشمیر میں افسانے کی مکمل روایت کے آثار اگر چہ بیسویں صدی کے نصف اول میں دیکھے جاسکتے ہیں لیکن پریم ناتھ پردیسی کے ہاں اس میں پختگی کا احساس ہوتا ہے۔ جہاں تک محمد دین فوق کے ہاں افسانوی عنصر تلاشنے کی بات ہے تو اس حوالے سے اتنا کہا جانا حق بجانب ہے کہ انہیں مختصر قصوں تک تو محدود رکھا جاسکتا ہے لیکن فنی اعتبار سے ان میں افسانے کے فنی لوازمات کا انخلا نظر آتا ہے۔ لہذا پریم ناتھ پردیسی ہی ایسے افسانہ نگار ہیں جن کے افسانے اپنے ابتدائی دور میں فنی لوازمات سے عاری نظر آتے ہیں حالانکہ چراغ حسن حسرت کا افسانوی مجموعہ ''کیلے کے چھلکے'' کے عنوان سے ۱۹۲۸ء میں منظر عام پر آچکا تھا لیکن بعض فنی خامیوں کی وجہ سے اسے افسانے کے ابتدائی نقوش کی صورت میں تو قبول کیا جاسکتا ہے لیکن ریاست میں اُردو افسانے کی مکمل روایت کا آغاز پریم ناتھ پردیسی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کی تحریروں سے ہی شروع ہوتا ہے۔

پریم ناتھ پردیسی بچپن ہی سے علم وادب سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے ہوا لیکن شاعری کی طرف طبیعت زیادہ دیر تک مائل نہ رہ سکی لہذا ۱۹۳۲ء میں افسانہ نگاری کے میدان میں قدم رکھا اور بہت جلد شہرت کی بلندیوں کو چھوا۔ یہ وہ دور تھا جب ریاست جموں وکشمیر میں ڈوگرہ حکمرانوں کے جبرواستبداد کے خلاف تحریکِ آزادی کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور اس کی قیادت شیخ محمد عبداللہ کر رہے تھے۔ اس تحریک نے پریم ناتھ پردیسی کو کافی متاثر کیا۔ پریم چند کے افسانہ ''کفن'' ۱۹۳۶ء اور انگارے کے اشاعت سے ان کے رجحان میں تبدیلی آئی۔ آپ نے پریم چند کی حقیقت نگاری کی تقلید کرتے ہوئے عوامی مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ کشمیر کے بے نظیر حسن کو پہلی بار پریم ناتھ پردیسی نے ہی اپنے افسانوں میں پیش کیا۔ پردیسی کے تین افسانوی مجموعے چھپ کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔ جن کے عنوان شام وسحر، دنیا ہماری اور بہتے چراغ ہیں۔ ان مجموعوں کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جہاں پردیسی کو زبان وبیان پر قدرت حاصل تھی وہیں وہ افسانے کے فنی لوازمات سے بھی بخوبی واقف تھے۔ پردیسی کے ہم عصر افسانہ نگاروں میں پریم ناتھ در کا نام قابلِ ذکر ہے۔

پریم ناتھ در ۲۵ر جولائی ۱۹۱۴ء کو کشمیر میں پیدا ہوئے آپ ایک حساس شخصیت کے مالک تھے۔ پریم ناتھ در کے افسانوں کے کردار نچلی اور عام سطح سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اپنے افسانوں میں زندگی کی حقیقتوں کے ادراک کے علاوہ کشمیری عوام کی معصومیت کا نقشہ بھی موثر انداز میں کھینچتے ہیں۔ ان کی پہلی کہانی لاہور کے ماہنامہ ''ادبی دنیا'' میں ۱۹۴۵ء میں شائع ہوئی۔

بعدازاں ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ۱۹۴۹ء میں ''کاغذ کا واسدیو'' کے نام سے شایع ہوا۔ اس مجموعے کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ درؔ اپنے ماحول سے گہری واقفیت رکھنے کے ساتھ ساتھ سماجی زندگی کے نباض بھی تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے دس افسانوں پر مشتمل دوسرا افسانوی مجموعہ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''نیلی آنکھیں'' ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے میں ''نیلی آنکھیں''، ''بھوت پریت''، ''گدھ''، ''فائدہ بے فائدہ'' اور ''دودھ'' کے عنوان سے افسانے شامل ہیں۔ ''دودھ'' درؔ کا ایک ایسا افسانہ ہے جس میں شعور کی رو کا تجربہ کیا گیا ہے۔

پریم ناتھ درؔ کے بعد ریاست کے ایک اہم افسانہ نگار کشمیری لال ذاکرؔ ہیں۔ آپ کا اصلی نام کشمیری لال موہن ہے۔ ابتداء سے ہی علم و ادب کے دلدادہ تھے۔ کشمیری لال ذاکرؔ نے جہاں اپنے افسانوں میں ترقی پسند رجحان کی پیروی کی ہے وہیں دوسری طرف انہوں نے روزمرہ کے مسائل کو بھی پیش کیا ہے۔ ذاکرؔ کی پہلی کہانی ''الگ الگ راستے'' لاہور سے شائع ہونے والے ادبی جریدے ''ہمایوں'' کے اکتوبر ۱۹۴۳ء کے شمارے میں شایع ہوئی۔ بعد ازاں ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ۱۹۵۱ء کے آس پاس ''کشمیر جل رہا تھا'' کے عنوان سے شایع ہوا۔ ان افسانوں کو پڑھ کر جہاں کشمیر کے معصوم لوگوں کے مسائل سے آگاہی ہو جاتی ہے وہیں دوسری طرف قاری زندگی کی حقیقتوں پر غور کرنے کے لیے بھی مجبور ہو جاتا ہے۔ اپنے افسانوں میں وہ قرۃ العین حیدر، راجندر سنگھ بیدی اور جوگندر پال جیسے بلند پایہ افسانہ نگاروں سے متاثر نظر آتے ہیں۔

اسی دور میں نرسنگھ داس نرگس نے افسانے لکھ کر ریاست جموں و کشمیر میں افسانے کی روایت کو آگے بڑھایا۔ نرسنگھ داس نرگس ایک طویل مُدت تک ممولا رام کوٹی اور پریم منوہر کے نام سے لکھتے رہے۔ آپ بنیادی طور پر ایک صحافی تھے اور علم و ادب سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ نرسنگھ داس نرگس نے مختلف موضوعات کو افسانے میں پیش کر کے اس صنف کو اور زیادہ مستحکم کیا۔ اخبار ''چاند'' میں بھی مختلف فرضی ناموں سے آپ کے افسانے شایع ہوئے۔ نرسنگھ داس نرگس نے جہاں اپنے افسانوں میں دیہاتی زندگی کی عکاسی کی ہے وہیں دوسری طرف کشمیر کے مناظر کی بھی خوبصورت عکاسی کی ہے۔ انسان کی ذہنی پریشانی کے علاوہ کشمیر کے گاؤں کی تہذیب اور گاؤں میں رہنے والے معصوم انسانوں کی مشکلات کی عکاسی کر کے نرسنگھ داس نرگس نے افسانے کی صنف کو ریاست میں بے حد وسعت دی۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

عرصہ دراز تک نرگس کے افسانے مختلف اخبارات اور رسائل میں شایع ہوتے رہے۔ بعد میں ان ہی شایع شدہ افسانوں کو مرتب کر کے ''دُکھیا''، ''پردیسی''، ''پریتم'' اور ''سندیلہ'' عنوانات سے افسانوں کے مجموعے شایع کیے جنہیں قارئین نے بے حد سراہا۔

ریاست میں اُردو افسانے کے ارتقائی دور میں سوم ناتھ زتشی کا نام بھی کافی اہمیت کا حامل ہے وہ ایک اچھے ڈراما نگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب افسانہ نگار بھی تھے۔ ابتدا سے ہی لکھنے کا شوق تھا۔ انہوں نے آزادی سے پہلے کہانیاں لکھیں۔ اس لیے ان کا شمار آزادی سے پہلے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ اصلاحی اور مقصدی افسانے لکھ کر زتشی نے اپنی الگ پہچان بنالی۔ ان کے جو افسانے مشہور ہوئے دُکھتی رگ، دوراہے پر، بہاؤ، توکل، امانت، سیاہ وسپید، شاہراہیں، آنے والا دن اور ''ایک تصویر ایک کہانی'' وغیرہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ان افسانوں میں روزمرہ کی زندگی کے علاوہ ذہنی الجھاؤ اور انسانی نفسیات کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔ اپنی کہانیوں میں انہوں نے کشمیر کے کلچر کو بھی بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

بقول عبدالقادر سروری:۔

''ان کی کہانیوں کا سماجی پسِ منظر کشمیری ہے۔ ان میں کشمیری پنڈت ہیں، قہوہ ہے (دوراہے پر) ہانجی ہیں، ہاؤز بوٹ ہیں۔'' ۳؎

ریاست جموں وکشمیر میں ٹھاکر پونچھی کا نام افسانہ نگاری کی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ٹھاکر پونچھی ادب کے علاوہ موسیقی سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ناول نگار بھی تھے۔ بحیثیت افسانہ نگار ٹھاکر پونچھی کا پہلا افسانہ ''راجا'' رسالہ توی میں شائع ہوا۔ ان کے ادبی کارناموں سے متعلق ٹھاکر مدن سنگھ یوں لکھتے ہیں:۔

''دسمبر ۱۹۲۲ء سے ۱۴/اگست ۱۹۷۴ء تک اپنی باون

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

> سالہ زندگی میں ٹھاکر پونچھی نے دو درجن سے زائد
> ناول اور پونے چار سو کے قریب افسانے لکھے۔ جب
> کہ اسی دوران ان کے دو افسانوی مجموعے ''زندگی کی
> دوڑ'' اور ''چناروں کے چاند'' کے عنوان کے تحت شایع
> ہوئے۔'' ۲۴

ٹھاکر کے افسانوں اور کہانیوں میں دو پیڑھی، پگڑی، سفر، بلور خان، ''ایک عورت ایک مرد'' معیاری ادب میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔ افسانے کی ہیئت میں آپ نے شعوری پختگی سے کام لیا ہے۔ ٹھاکر پونچھی کو زبان و بیان پر پوری دسترس حاصل ہے۔ ان کے افسانے رومانیت اور حقیقت نگاری کا بہترین امتزاج بھی پیش کرتے ہیں۔ فنی اعتبار سے ٹھاکر پونچھی کی کہانیاں افسانے کے فنی معیار پر پورا اُترتی ہیں۔ ٹھاکر کے افسانے سماج کے حسین چہرے سے پارسائی کے رنگین گھونگھٹ اُلٹ دیتے ہیں۔ آپ کے افسانوں میں اُجڑی ہوئی تہذیب کا درد سمٹتا ہوا نظر آتا ہے۔

ٹھاکر پونچھی کے بعد ریاست میں اُردو افسانے کے ارتقاء میں موہن یاور کا نام قابلِ ذکر ہے۔ آپ نے افسانوں کے علاوہ ناول اور ریڈیائی ڈرامے بھی لکھے۔ لیکن افسانہ ان کا خاص میدان رہا ہے۔ آپ کا پہلا افسانوی مجموعہ ''وسکی کی بوتل'' ۱۹۵۸ء میں شایع ہوا جو بارہ افسانوں پر مشتمل ہے۔ ان کے اکثر افسانوں کا پسِ منظر جموں اور اس کے گرد و نواح کی سادہ زندگی ہے۔ آپ کا دوسرا افسانوی مجموعہ ''سیاہ تاج محل'' کے عنوان سے ۱۹۶۱ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس مجموعے میں شامل افسانوں میں دائرہ، بانجھ، چند تصویرِ بُتاں، موم اور پتھر قابل ذکر ہیں۔ یاور اپنے افسانوں میں وطن کی بدحالی اور جاگیردارانہ نظام کو بے نقاب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ صحافت سے وابستہ ہونے کے باوجود آپ نے بہت عمدہ افسانے تحریر کیے۔ علاوہ ازیں ان کا تیسرا

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

افسانوی مجموعہ ''تیسری آنکھ'' بھی شائع ہوکر ادبی حلقوں سے دادِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔اس مجموعے میں شامل افسانوں میں زندگی کی پیچیدگیاں، ذہنی اُلجھاؤ اور سرمایہ دارانہ نظام کی عکاسی کی گئی ہے۔آپ کے افسانے اکثر و بیشتر ہندوستان کے نامور رسائل و جرائد میں چھپتے رہے ہیں۔ یاورزبان و بیان پر مکمل قدرت رکھتے ہوئے سیدھی سادھی اور عام فہم زبان استعمال کرتے ہیں اور اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ قاری کی دلچسپی کہانی سے ہٹ کر واقعات میں اُلجھ کر نہ رہ جائے۔ افسانے کے لوازمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہانی کو اس طرح ترتیب دیتے ہیں کہ تمام واقعات یکجا ہوکر ایک مکمل صورت اختیار کر لیتے ہیں۔اس طرح آپ کے افسانوں میں ایک جیتی جاگتی دنیا سمٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔

متذکرہ بالا افسانہ نگاروں کے ہاں نہ صرف جموں و کشمیر کے عوامی مسائل، یہاں کی روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے حالات و واقعات کا ذکر ملتا ہے بل کہ عالمی مسائل کو بھی ان ادباء نے اپنی تخلیقات کا محور بنایا ہے۔ان افسانہ نگاروں نے زندگی کے حقیقی معنی تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی تخلیقات میں سماج کے نچلے طبقے کی زندگی کے مسائل صاف دکھائی دیتے ہیں۔ شخصی راج کے خلاف احتجاج کی عمدہ مثالیں اس عہد کے افسانہ نگاروں کے بعض افسانوں میں جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔افسانہ نگاروں کی اس کھیپ نے جاگیردارانہ نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے مزدوروں اور کسانوں کو اپنی کہانیوں کا ہیرو بناتے ہوئے عوام میں ایک جوش اور ولولہ بھی پیدا کیا۔

افسانہ نگاروں کی اس نسل کے ساتھ ہی ساتھ ریاست میں ایک اور گروہ اُبھر کر سامنے آتا ہے جس میں کنول نین، محمود ہاشمی، جگدیش کنول، کندن لال، دیانند کپور، محبوبہ یاسمین، گلزار احمد فِدا، عزیز کاش، محمد عمر، نورالہی، طالب گورگانی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔اِن افسانہ نگاروں نے زیادہ تر سیاسی حالات اور سماجی بدعنوانیوں کو اپنے افسانوں کا محور بنایا۔سامراجی نظام سے تنگ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اور جبر واستبداد سے دبی مظلوم عوام کے جذبات کی عکاسی اس دور کے افسانوں کا ایک خاص وصف ہے۔ ان میں محبوبہ یاسمین کا افسانہ ''دل ہی تو ہے'' گلزار احمد فدا کا ''ابا کے پاس'' عزیز کاش کا ''رجنی''، محمد عمر نور الٰہی کا ''گلوری'' طالب گورگانی کا ''ہاتھی نالہ'' قابلِ ذکر ہیں۔ ان تمام افسانوں میں روزمرہ زندگی کی تلخیوں کو پیش کیا گیا ہے۔

۱۹۴۷ء کے فسادات نے ملک بھر کی طرح ریاست جموں و کشمیر کو بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ جہاں ایک طرف عوام کو شخصی حکومت سے نجات ملی وہیں قبائلی حملوں سے یہاں کی عوام کو اذیت ناک حالات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ ملک کا بٹوارا ریاست کے لیے بھی الم ناک ثابت ہوا۔ جس کے اثرات یہاں کی عوامی زندگی کے ساتھ ادباء اور شعراء پر بھی پڑے۔ بہت سے شعراء اور ادیب نقل مکانی کر کے پاکستان اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں جا بسے۔ ٹھاکر پونچھی، رامانند ساگر وغیرہ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں تلاشِ معاش کی خاطر جا بسے۔ قدرت اللہ شہاب پاکستان چلے گئے۔ جس وجہ سے یہاں کی ادبی فضاء پر ایک عرصہ تک جمود کی سی کیفیت طاری رہی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد جب حالات سازگار ہوئے تو کائی سے اٹی اس جھیل میں ایک بار پھر نئے ادباء نے کنکر پھینکنے کا عمل سرانجام دیا جن میں علی محمد لون، پُشکر ناتھ، حامدی کاشمیری، برج پریمی، غلام رسول سنتوش، اختر محی الدین، صوفی غلام محمد نور شاہ، غ۔م۔ جانباز، رمیش کول، جگدیش بھارتی، محمود بدخشی، شبنم قیوم، رام کمار ابرول اور وید راہی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۰ء کے بعد ان افسانہ نگاروں نے جہاں موضوعاتی سطح پر اپنی تخلیقات کو نیا جامہ پہنایا وہیں ہیئتی، اسلوبیاتی اور فنی اعتبار سے بھی ان ادباء کے ہاں نئے تجربات ملتے ہیں۔ نظریات کے زیر اثر حیات و کائنات کے دوسرے مسائل کے علاوہ انہوں نے درونِ ذات میں جھانکنے کا عمل سرانجام دیا۔

اس سارے ادبی منظر نامے کے مطالعے سے یہ عقدہ واہ ہوتا ہے کہ ریاست بھر میں نئے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

افسانہ کے خدوحال ۱۹۷۰ء کے بعد نمودار ہوئے جہاں ایک طرف وجودیت، اشاریت، سرئیلزم، کے زیرِ اثر افسانوی ادب تخلیق ہوا وہیں دوسری طرف گردوپیش کی زندگی کے اثرات ان کی تحریروں پر اثر انداز ہوئے۔

بیسویں صدی کی چھٹی اور ساتویں دہائی کے افسانہ نگاروں میں پُشکر ناتھ کا نام قابلِ ذکر ہے۔ آپ کے ادبی سفر کا آغاز افسانہ نگاری سے ہوا اور بہت مختصر عرصے میں کامیابی کی بلندیوں کو چھوا۔ آپ کا نو افسانوں پر مشتمل پہلا افسانوی مجموعہ ''اندھیرے اُجالے'' کے عنوان سے ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔ اس میں شامل افسانے رومانی طرز پر لکھے گئے ہیں بعدازاں آپ کا دوسرا افسانوی مجموعہ ''ڈل کے باسی'' منظر عام پر آیا۔ اس میں بارہ افسانے شامل ہیں۔ اس مجموعے میں شامل کہانیاں اُن پیچیدہ مسائل کا بیان ہیں جن سے ہر انسان حقیقی زندگی میں کبھی نہ کبھی دوچار ہوتا ہے۔ ''نیلے امبر تلے''، پُشکر ناتھ کا ایک اہم افسانہ ہے۔ اس میں کشمیر کے حسن اور بیرونی ممالک سے آئے ہوئے سیاحوں کی دلچسپی کی ایک حسین تصویر نظر آتی ہے۔ ان کے ہاں زبان کا استعمال نہایت ہی سادہ اور صاف ہے جو قاری کو فلسفے میں ڈال کر ذہنی اُلجھاؤ میں مبتلا نہیں کرتا۔ آپ کی کہانیوں میں جہاں جذبے اور احساس کا ادراک ملتا ہے وہیں آپ کے کردار زندگی کے تلخ حقائق ناموافق حالات، جبر و استبداد، کے خلاف معرکہ آرا نظر آتے ہیں۔ آپ کا تیسرا افسانوی مجموعہ ''عشق کا چاند اندھیرا'' تیرہ افسانوں پر مشتمل ہے۔ جس میں ''سات رنگ کا سپنا'' ایک اہم افسانہ ہے جہاں مرحلہ وار زندگی کے اُتار چڑھاؤ کا بیان ملتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کا ایک اور افسانوی مجموعہ ''کانچ کی دنیا'' کے عنوان سے شائع ہوا اس مجموعے کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ پُشکر ناتھ کی عمیق نظر سماج کی بدعنوانیوں کی تہہ تک اُتر جاتی ہے جو اُن کے ذہن کو کشمیریت اور کشمیر کے دل فریب حُسن کی مجروح ہوتی ہوئی تصویر کو نئے رنگ و آہنگ میں ڈال کر اپنے افسانوں میں پیش کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ پُشکر ناتھ وسیع مشاہدے اور عمیق مطالعے کی بنا پر ایک

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کامیاب افسانہ نگار ثابت ہوئے اور ایک مدت تک نئے پیکر تراشنے کی کاوشوں میں مشغول رہے۔

نور شاہ نہ صرف ریاست کے باوقار افسانہ نگار ہیں بل کہ افسانے کے فن میں پختگی کے باعث ان کا شمار صفِ اول کے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔آپ بنیادی طور پر شاعرانہ ذہن رکھتے ہیں۔لیکن کہانی کہنے کے فن سے بھی پوری طرح واقف ہیں۔رومانی طرزِ اظہار کے علاوہ آپ کے افسانوں میں غم کی ہلکی سی چوٹیں قاری کے درِ احساس پر دستک دیتی ہیں۔ان کے افسانوں میں انسانی نفسیات اور روزمرہ کے مسائل کا بیان جس فنی مہارت کے ساتھ ملتا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔وادیِ کشمیر کے بے نظیر حسن اور قدرتی مناظر کا بیان اکثر افسانوں کا محور رہا ہے۔آپ کے پانچ افسانوی مجموعے ویرانے کے پھول، ایک رات کی ملکہ، من کا آنگن اُداس اُداس اور گیلے پتھروں کی مہک کے عنوان سے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔علاوہ ازیں کئی کہانیاں نامور ادبی رسائل میں چھپ کر قارئین کی دلچسپی کا باعث بنتی رہی ہیں۔جن میں میری کہانی کا سچ، برف کا بُت اور لکیریں قابلِ ذکر ہیں۔شاہ کو زبان و بیان پر خاصی قدرت حاصل ہے جس کی وجہ سے آپ کے افسانوں میں الفاظ کا حسین امتزاج بھی ملتا ہے۔

بیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں چند نوجوان افسانہ نگار اُبھر کر سامنے آتے ہیں۔جن میں پُشکر ناتھ، مالک رام آنند، آنند لہر، خالد حسین، خواجہ فاروق احمد رینزو، وریندر پٹواری، کے۔ڈی۔مینی اور اقبال نازش کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

پُشکر ناتھ کا شمار اُردو کے ان چند افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے ریاست کے علاوہ نہ صرف ملک بھر میں اپنی کہانیوں سے ادبی دنیا کو متاثر کیا بل کہ برصغیر ہندو پاک میں آپ کی کہانیاں معرضِ بحث بنتی رہیں۔آپ نے تین سو سے زیادہ افسانے لکھے ہیں۔ریاست کے کسی دوسرے افسانہ نگار نے اتنی بڑی تعداد میں شاید ہی افسانے لکھے ہوں۔آپ کا پہلا افسانوی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مجموعہ ''اندھیرے اُجالے'' کے عنوان سے ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے میں شامل افسانوں میں قدرتی مناظر، مفلسی، بے بسی اور لاچارگی کو بڑے فنکارانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ آپ کی اکثر کہانیوں میں جذبات اور احساسات کا بہترین امتزاج ملتا ہے اور دوسرے تمام فنی لوازمات پر آپ کو پوری طرح دسترس حاصل ہے۔

پُشکر ناتھ کا دوسرا افسانوی مجموعہ بارہ افسانوں پر مشتمل ''ڈل کے باسی'' کے عنوان سے منظرِ عام پر آچکا ہے۔ اس مجموعے میں شامل کہانیوں میں گردوپیش کی زندگی، اس کی تلخیوں، انسانی رشتوں کی کشمکش اور عصرِ حاضر کی روداد کا بیان ملتا ہے۔ اس مجموعے کی سب سے اہم کہانی ''نیلے امبر تلے'' ہے جس میں کشمیر کا حُسن اور یہاں آنے والے سیاحوں کی سیر و تفریح کا بیان صاف طور پر جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے بیشتر افسانے ملک کے نامور رسائل اور جرائد میں شایع ہوتے رہے ہیں۔ آپ کے افسانوں کا تیسرا مجموعہ تیرہ افسانوں پر مشتمل ''عشق کا چاند اندھیرا'' کے عنوان سے بھی شایع ہو کر ادبی حلقوں سے دادِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔

اس مجموعے میں شامل افسانوں میں عصری تقاضوں کے تحت جدید مسائل کی نشاندہی کے علاوہ مستقبل کا عکس بھی نمایاں ہے آپ نے علامتی افسانے بھی لکھے جن میں ''غبارے کی واپسی اور ''شہر بے چراغ'' جیسے شاہکار افسانے شامل ہیں۔ روایتی انداز سے ہٹ کر آپ کے افسانوں میں جدید معاشرے کے مسائل کی نشاندہی اس فنی چابک دستی سے ملتی ہے کہ آپ کو اس میدان میں اپنے معاصرین پر سبقت حاصل ہو جاتی ہے۔

آنند لہر ریاست جموں و کشمیر کے ایک معروف افسانہ نگار ہیں۔ آپ نہ صرف ریاست بل کہ ملکی سطح پر بھی ادبی حیثیت سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔ لہر نے نہ صرف روایتی افسانہ نگاروں کے اثرات قبول کیے بل کہ جدید رجحانات کو بھی اپنے افسانوں میں جگہ دیتے ہوئے جہاں ایک طرف ریاستی عوام کی خستہ حالی کو اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے وہیں دوسری طرف مختصر علامتی اور تجریدی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

افسانے بھی لکھے ہیں۔ آپ کا پہلا افسانوی مجموعہ ''پتھر کے آنسوں'' ہے جو طالب علمی کے زمانے میں شایع ہوا۔ تینتیس افسانوں پر مشتمل ایک اور افسانوی مجموعہ ''انحراف'' کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔ اس مجموعے میں شامل افسانوں میں سولھواں برس، راستے کا پہاڑ، وجود، سفر، دائرہ، پانی کی لکیریں، زندگی کے زخم، سورج کا قتل قابلِ ذکر ہیں۔ کہیں ''سورج''، کہیں ''الف'' اور کہیں ''ب'' کو علامتی کرداروں کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ آپ نہایت ہی سادہ آسان اور سلجھی ہوئی زبان استعمال کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں عورت کے مسائل، درد اور قربانی کو آپ نے افسانوں میں بڑی مہارت کے ساتھ برتا ہے۔ آپ بیدی اور پریم چند جیسے عظیم افسانہ نگاروں سے کافی متاثر نظر آتے ہیں۔

خالد حسین کا نام بھی ریاستی افسانہ نگاروں میں کافی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کا تینتیس افسانوں پر مشتمل پہلا افسانوی مجموعہ ٹھنڈی کانگڑی کا دھواں کے عنوان سے ۱۹۸۱ء میں منظر عام پر آیا۔ اس میں شامل کہانیوں میں بیشتر پنجابی تخلیقات کا اُردو ترجمہ ہیں۔ آپ نے وسیع مطالعہ اور عمیق نظر کی بدولت سماجی بدعنوانیوں کو جس طرح سے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ خالد حسین اپنے افسانوں کا مواد روزمرہ کی زندگی سے اخذ کرتے ہیں۔ ''دل کی گلیاں''، ''دشمن کون''، ''دھرتی روتی ہے''، ''انتظار کا قیدی'' آپ کے قابلِ ذکر افسانے ہیں۔ آپ کا دوسرا افسانوی مجموعہ ''اشتہاروں والی حویلی'' ہے۔ اس مجموعے میں شامل کہانیاں آپ کے مشاہدے اور تجربے کی آئینہ دار ہیں۔

ریاستی سطح پر اُردو افسانہ نگاری کا جائزہ لیتے ہوئے خواجہ فاروق احمد رینزو کی شخصیت اور ادبی کاموں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے افسانوں کے علاوہ ناول بھی لکھے لیکن افسانے کے میدان میں فاروق رینزو زیادہ بہتر نظر آتے ہیں۔ آپ نے عام افسانہ نگاروں کا اسلوب نہیں اپنایا بل کہ اپنا ایک جداگانہ انداز پیش کیا۔ آپ کا اکیس افسانوں پر مشتمل پہلا

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

افسانوی مجموعہ ''ڈوبتے کنارے'' کے عنوان سے ۱۹۷۹ء میں منظر عام پر آیا۔ اس مجموعے میں شامل افسانوں میں شیطان کے پجاری ''عورت'' ''سگی بہن'' جانوروں کی بستی سجدہ'' اور راکھ قابل ذکر ہیں۔ موضوعاتی سطح پر ان کے علاوہ اصلاحی مقصد کو پیش کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ اپنے افسانوں میں کشمیر کی سماجی اور تہذیبی زندگی کی خوبصورت مرقع کشی کرتے نظر آتے ہیں۔ آپ نے سماج کے ٹھیکیداروں اور ایمان فروشوں کے حقیقی چہرے کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔ آپ کا سترہ افسانوں پر مشتمل دوسرا افسانوی مجموعہ ۱۹۸۴ء میں ''گرتی بلندیاں'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس مجموعے کی کہانیوں میں ''بجھتی شمع'' ''گرتی بلندیاں، درد کا غرور'' گناہ اور گناہ'' پولٹکس'' زخم مسکراتے ہیں قابلِ ذکر ہیں۔ اس مجموعے میں شامل اکثر کہانیوں کا عکس انسان کی ذات ہے آپ نے جس ماحول پر بھی نگاہ ڈالی اس کے پیچیدہ تر پہلوؤں کو اپنی نظر کی وسعتوں میں سما کر افسانوں کا پس منظر بنا دیا۔ آپ اپنے افسانوں کے کردار عام زندگی سے اخذ کرتے ہیں اور روزمرہ کے واقعات کو ان سے منسلک کر کے اس طرح پلاٹ کی ترتیب کرتے ہیں کہ کہیں بھی جھول کا احساس نہیں ہوتا۔ زبان و بیان پر بھی آپ کو پوری طرح دسترس حاصل ہے کرداروں کی مناسبت سے ماحول کے مطابق زبان کا استعمال آپکی نمایاں خوبی ہے۔

موجودہ سائنسی دور میں انسانی زندگی میں کافی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ جنہوں نے ہمارے افسانہ نگاروں کو بھی کافی متاثر کیا ہے اور ان افسانہ نگاروں نے اینٹی، علامتی اور تجریدی افسانے تخلیق کئے ہیں، بغیر پلاٹ اور کردار کے منتشر خیالات کو یکجا کر کے پیش کرنا بھی ان کی تخلیقات کا خاصہ ہے۔ آنند لہر کا ''راستے کا پہاڑ''، عدالت اور سڑک وغیرہ اس ضمن میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اس کے علاوہ چند نوجوان افسانہ نگار بھی ہیں جنہوں نے اپنے انداز و اسلوب سے ریاستی عوام کو پیش آنے والے مسائل کو موضوع بنایا اور ریاست میں اُردو افسانے کی روایت کو نہ صرف برقرار رکھا بل کہ اسے مزید مستحکم بھی کیا۔ ان میں خاص طور سے 'جان محمد آزاد' یاسین فردوسی' عابدہ قریشی' اسلم مرزا' اقبال نازشی' دیپک کول' غلام رسول آزاد، ع۔ع عارف اور دیپک بُدکی وغیرہ کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ یہ افسانہ نگار موجودہ دور کے انسان کی کھوکھلی زندگی کو علامتی اور تجریدی افسانوں میں پیش کرر ہے ہیں۔ متذکرہ افسانہ نگاروں کے ساتھ چند پرانے افسانہ نگار بھی اس صنف میں طبع آزمائی کر کے نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرر ہے ہیں جن میں سب سے اہم نام نور شاہ کا ہے جو بدستور اس صنف کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کر رہے ہیں۔

ریاست جموں و کشمیر میں افسانے کے اس جائزے کے بعد یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ہمارے یہاں کے افسانہ نگار بھی نثر کی اس صنف کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرر ہے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر میں اُردو افسانے کا مستقبل تابناک ہے۔

☆☆☆

۱۔۔جموں و کشمیر میں اُردو ادب کی نشو نما، ڈاکٹر برج پریمی۔ ص۔۲۷۔۲۶

۲۔۔کشمیر میں اُردو، عبدالقادر سروری، (اکیڈمی آف آرٹس کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر ۱۹۸۲ء ص ۱۶۳

۳۔۔کشمیر میں اُردو، عبدالقادر سروری، (اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز سرینگر) ۱۹۸۴ء ص ۱۷۶

۴۔۔ادبیات پونچھ، مرتب ایوب شبنم، ص۔۲۰۳

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کی افسانہ نگاری

''ڈوبتے کنارے'' اور ''گرتی بلندیاں'' کی روشنی میں

''ڈوبتے کنارے''

''ڈوبتے کنارے'' خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ یکم جون ۱۹۷۹ء کو ہندی اُردو سنگم جموں وکشمیر برانچ سرینگر نے شایع کیا۔ ۱۳۹ صفحات پر مشتمل اس افسانوی مجموعے کو فاروق رینزو شاہ نے اپنی والدہ محترمہ کے نام کیا ہے مجموعے میں کُل اکیس افسانے شامل ہیں جن کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

۱۔	سکون	ص ۱۱ تا ۱۹
۲۔	کفن کی قیمت	ص ۲۰ تا ۲۶
۳۔	بھاگتے لمحے	ص ۲۷ تا ۳۳
۴۔	کُتا بھونکتا ہے	ص ۳۴ تا ۴۰
۵۔	اندھیری رات	ص ۴۱ تا ۴۵
۶۔	ڈوبتے کنارے	ص ۴۶ تا ۶۴
۷۔	راکھ	ص ۶۵ تا ۶۶
۸۔	سجدہ	ص ۶۷ تا ۷۰
۹۔	شیطان کے پجاری	ص ۷۱ تا ۷۶
۱۰۔	حادثہ	ص ۷۷ تا ۸۳
۱۱۔	اُس کی ننگی لاش	ص ۸۴ تا ۸۹

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۱۲۔	جانوروں کی بستی	ص۹۰تا۹۴
۱۳۔	سگی بہن	ص۹۵تا۹۹
۱۴۔	عورت	ص۱۰۰تا۱۰۳
۱۵۔	پُراسرار چوٹی	ص۱۰۴تا۱۰۸
۱۶۔	آخری داؤ	ص۱۰۹تا۱۱۴
۱۷۔	پاگل آندھی	ص۱۱۵تا۱۱۸
۱۸۔	بکتی محبت	ص۱۱۹تا۱۲۲
۱۹۔	نیا جنم	ص۱۲۳تا۱۲۶
۲۰۔	آواز کا سایہ	ص۱۲۷تا۱۳۲
۲۱۔	اندھیرا	ص۱۳۳تا۱۳۸

اس مجموعے کے زیادہ تر افسانے عورت و مرد کے روحانی اور جنسی رشتوں کے بننے ٹوٹنے اور ان رشتوں کی پیچیدگیوں کے گرد گھومتے ہیں۔ زندگی کی تلخ و شیریں سچائیاں بھی ان افسانوں میں بدرجہ اُتم موجود ہیں۔ زبان سادہ، صاف اور رواں ہے یہی وجہ ہے کہ فاروق رینزو اپنی بات دوسروں تک براہِ راست پہنچانے میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ مجموعے کے افسانوں کا جائزہ ذیل میں لیا جارہا ہے۔

سکون

سکون ''ڈوبتے کنارے'' کا پہلا افسانہ ہے۔ دو کرداروں پر مشتمل اس افسانے میں جہاں دولت مند افراد کی عکاسی کی گئی ہے وہیں دوسری طرف اخلاقی قدروں کے پاسداروں کی طرف داری بھی ملتی ہے۔ رینزو کے افسانوں کی ایک خاصیت رہی ہے کہ کہانی کے ساتھ ساتھ مقصدیت

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

برقرار رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانے بوریت کا احساس نہیں ہونے دیتے ہیں۔ تجسس کی وجہ سے قاری افسانے پڑھنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

متذکرہ افسانے کی کہانی بظاہر سادہ اور عام ہے مگر اس کے باطن میں بہت کچھ چھپا ہوا ہے۔ افسانے کا پلاٹ مختصر اور عمدہ ہے۔ افسانے کی ابتدا سیٹھ عمران کے اُس لکچر سے ہوتی ہے جس میں وہ دولت کو زندگی کا اولین مقصد سمجھ کر اپنے بیٹے کو زندگی گذارنے کے مختلف رموز سکھاتا ہے۔ چونکہ اُس کا بیٹا فردوس تعلیم یافتہ ہے۔ اس لیے اس کے سامنے دولت کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باپ اور بیٹے میں کبھی کبھی تکرار بھی ہوجاتی ہے۔ سیٹھ عمران کے لیکچر کو مصنف نے یوں قلم بند کیا ہے۔

''آدھی سوکھی روٹی کھا کر کون نہیں جیتا لیکن اُسے جینا
نہیں کہتے بل کہ سزا کہتے ہیں۔ مجھے اُن لوگوں سے
نفرت ہے جن کی قسمت میں سزا لکھی ہو۔ بھکاری
جب میرے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں تو میرے دل
میں یہ خواہش اُبھرتی ہے کہ ان کے ہاتھ کاٹ
لوں۔''[1]

فردوس اپنے باپ کی باتیں سُن کر مایوس ہوجاتا ہے لیکن اپنے اصولوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہوتا۔ اُس کے نزدیک سب سے بڑا دھرم انسانیت ہے وہ ناجائز طریقوں سے دولت اکٹھا کرنے کے حق میں نہیں۔ وہ اپنے جذبات کا اظہار کچھ یوں کرتا ہے۔

''ابا جان۔ آپ ہر چیز کو دولت کی عینک پہن کر دیکھتے
ہیں۔ انسان دولت صرف اس لیے حاصل کرتا ہے
تا کہ اُسے سکون ملے اور جب دولت حاصل کر کے بھی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سکون میسر نہ ہو وہ انسان کی سب سے بڑی ہار

ہے۔"۲؎

فردوس اپنے اصولوں کی پاسداری کی خاطر گھر چھوڑ کر تو چلا جاتا ہے لیکن جھوٹ، مکاری اور فریب کی اس دنیا میں سچائی کی وجہ سے اسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تھک کر بیمار ہو جاتا ہے۔ اُسے بے بسی میں اپنے باپ کی باتیں یاد آتی ہیں اور واپس اپنی حویلی کا رُخ کرتا ہے۔ یہاں افسانے میں ایک ڈرامائی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے فردوس جب دو سال کے بعد حویلی میں قدم رکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا باپ اپنی تمام جائداد غریبوں، مسکینوں اور بیواؤں میں تقسیم کر کے کہیں چلا گیا ہے۔ فردوس اپنے باپ کے اثر ورسوخ کا فائدہ اٹھا کر دولت حاصل کرنے کے تمام ہتھ کنڈے اپناتا ہے اُسے وہ شان وشوکت دوبارہ مل جاتی ہے اور آخر کار اپنے باپ کی تلاش کے لیے ایک فقیر کے پاس جاتا ہے۔ وہ فقیر کو تمام احوال سناتا ہے۔ دراصل وہی فقیر اس کا اپنا حقیقی باپ سیٹھ عمران ہوتا ہے۔ وہ سچائی کی باتیں کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ اسی میں سکون ہے۔ افسانہ نگار قاری کے ذہن میں یہ بات اتارنے میں پوری طرح کامیاب ہوا ہے کہ دل کا سکون دولت سے نہیں بل کہ نیک نیتی، ہمدردی، اخوت اور رواداری سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار فردوس ہے جس کے گرد ساری کہانی گھومتی ہے۔ میعاری زبان اور برجستہ مکالموں سے کہانی آگے بڑھتی ہے۔ ہر کردار کی زبان سے نکلنے والا لفظ برمحل اور مناسب دکھائی دیتا ہے۔ کہانی کا خاکہ تیار کرنے اور بہترین ڈھنگ سے بُننے، مناسب کرداروں کا انتخاب اور برمحل مکالمے ادا کروانے کے فن میں فاروق رینزو ایک کامیاب افسانہ نگار نظر آتے ہیں۔

کفن کی قیمت

یہ ایک طنزیہ افسانہ ہے۔ اس میں مصنف نے ہمارے سماج میں پنپتے ہوئے ناسوروں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اور انسانی شکل میں رہنے والے بھیڑیوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے جو غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کی پرورش کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔ مصنف اس حقیقت سے آشنائی کے بعد غمگین ہے اور ایک عجیب طرح کی اُلجھن میں گرفتار ہے وہ قاری کو سماج کے ایک ایسے سچ سے متعارف کروانا چاہتا ہے کہ سماج کا اعلیٰ طبقہ کس طرح دولت کے بل بوتے پر کسی غریب کی بیٹی کی بے بسی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے ذرا بھی نہیں ہچکچاتا۔ افسانہ ''کفن کی قیمت'' کا مرکزی کردار تسنیم ہے جس کے گرد پوری کہانی گھومتی ہے۔ یہ مصنف کی فن پر پوری طرح دسترس کا کمال ہے کہ قاری ہر واقع کے بعد اول سے آخر تک کچھ اور جاننے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ تسنیم کا باپ ایک مِل میں ملازم ہوتا ہے ایک حادثے میں اس کے دونوں پاؤں کٹ جاتے ہیں۔ گھر کی دیکھ بھال کی ذمہ داری تسنیم کے سر آجاتی ہے۔ تسنیم اور اس کی ماں لوگوں کے گھروں میں برتن صاف کرتی ہیں، کپڑے دھوتی ہیں اور اُس کا چھوٹا بھائی ایک دوکان پر کام کرتا ہے لیکن تینوں کی آمدنی ملا کر بھی گھر میں لگاتار چولہا نہیں جلتا۔ ایک دن تسنیم کی ماں حاجی غفار کے گھر کام کر رہی ہوتی ہے کہ اچانک دل کا دورہ پڑنے سے اس دنیا کو لبیک کہہ دیتی ہے۔ تسنیم کی غیرت اُسے اجازت تو نہ دے رہی تھی کہ اُسکی ماں کو حاجی غفار کے پیسوں سے خریدے ہوئے کفن میں دفنایا جائے لیکن اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا کیوں کہ غربت میں وہ اس قدر ڈوبی ہوئی تھی کہ ماں کی کفن کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔

دوسری طرف تسنیم کے باپ کی حالت غیر ہوتی جارہی تھی۔ ڈاکٹر نے معائینے کے بعد ایک نسخہ دے کر کہا کہ اگر اپنے باپ کی زندگی چاہتے ہو تو یہ دوائیاں لے آؤ۔ تسنیم اسی کشمکش میں تھی کہ کہیں سے حاجی غفار وارد ہوتا ہے۔ تسنیم کے دل میں اس کے لیے بہت عزت تھی لیکن حاجی غفار کی آنکھوں میں شیطانیت اُبھرنے لگی اور وہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

اقتباس ملاحظہ ہو۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''حاجی غفار تسنیم کی طرف بڑھنے لگا اُس کی آنکھوں میں پوری طرح شیطانی اُبھر رہی تھی۔ وہ عجیب لہجے میں تسنیم سے کہہ رہا تھا میں تمہیں ہزاروں روپیہ دیا کروں گا آؤ مجھے اپنے خوبصورتی کے مزے اُڑانے دو۔''[۳۲]

تسنیم اُسے ایک زوردار تھپڑ رسید کرتی ہے۔ یہاں افسانے میں قاری کی ذہنی ورزش کے لیے سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ وہ حاجی غفار کی صورت میں ایک ایسے کردار سے متعارف ہوتا ہے جو بظاہر حاجی ہے۔ معاشرے کی نظروں میں اُس کی عزت ہے لیکن عملی دنیا میں وہ نہایت ہی گھٹیا قسم کا انسان ہے۔ اُدھر تسنیم کے باپ کی حالت ابتر ہوتی جا رہی تھی وہ اپنے باپ کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتا ہوا نہ دیکھ سکتی تھی۔ اُسے بار بار ڈاکٹر کا کہا یاد آنے لگا اگر اپنے باپ کی زندگی چاہتے ہو تو یہ دوائیاں لے آؤ۔ اور حاجی غفار کا یہ جُملہ بھی اس کے ذہن کی چھت پر گردش کرنے لگا کہ اگر پیسوں کی ضرورت ہو تو مجھے بُلا لینا۔ تسنیم نے مجبور ہو کر حاجی غفار کو بلایا۔ حاجی غفار آتے ہی مسکرایا اور کہا۔ چلو اندر کمرے میں تمہیں پیسے دیتا ہوں۔ تسنیم جب کھلے ہوئے بالوں میں کمرے سے باہر آئی تو اس کے ہاتھوں میں بہت سے نیلے نوٹ تو تھے لیکن اس کا باپ مر چکا تھا۔

افسانہ ''کفن کی قیمت'' کا پلاٹ تسنیم کی ماں کے کفن سے شروع ہوتا ہے اور باپ کے کفن کی خرید پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں مصنف نے اشاروں، کنایوں اور تلمیحات کا استعمال نہیں کیا بل کہ سیدھے سادھے الفاظ استعمال کر کے قاری کے ذہن پر ایک تاثر چھوڑ دیا ہے۔

کردار نگاری کے لحاظ سے بھی یہ عمدہ افسانہ ہے۔ لیکن سب سے متاثر کن کردار تسنیم کا ہی ہے جو قاری کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں پوری طرح کامیاب ہوتی ہے۔ سیدھی سادھی زبان میں فاروق رینزو نے چند ہی لفظوں میں اپنے مدعے کو قاری سے پوری طرح روشناس کرایا ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

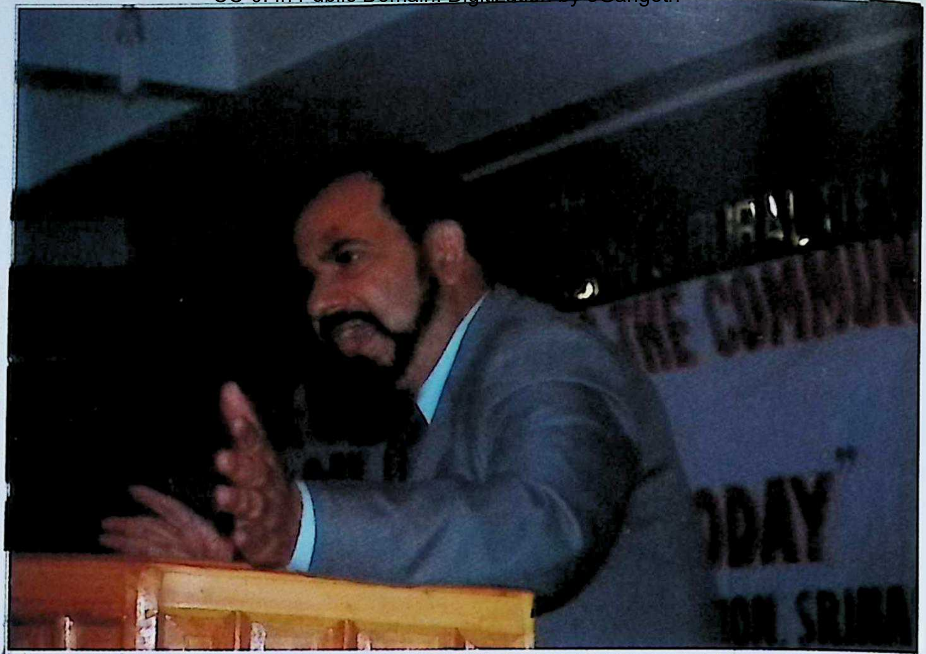

فاروق رینزوشاہ میگزین ریلیز کرتے ہوئے (ایسا میں)

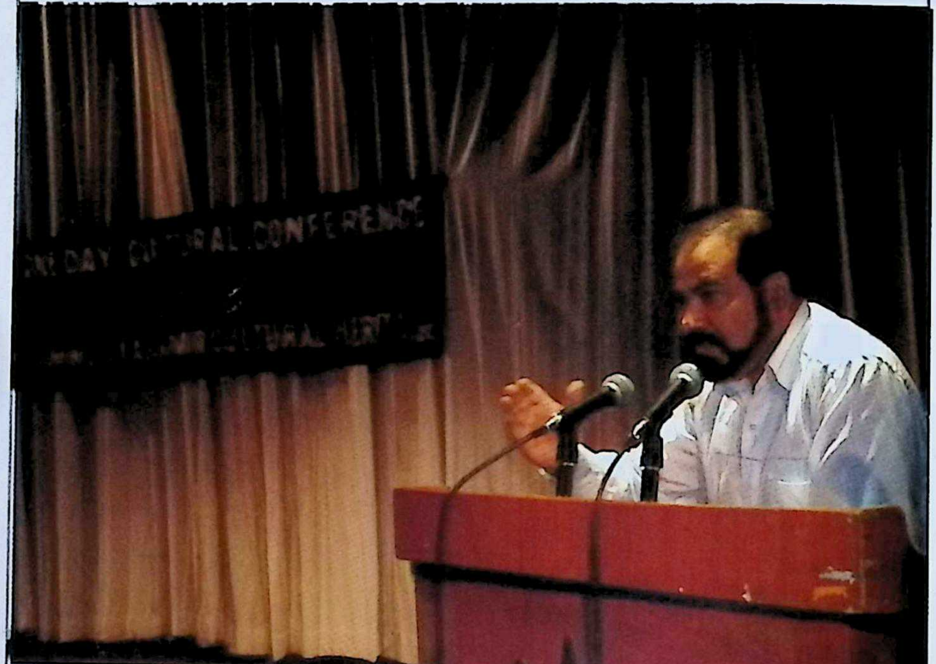

فاروق رینزوشاہ تقریر کرتے ہوئے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزوشاہ

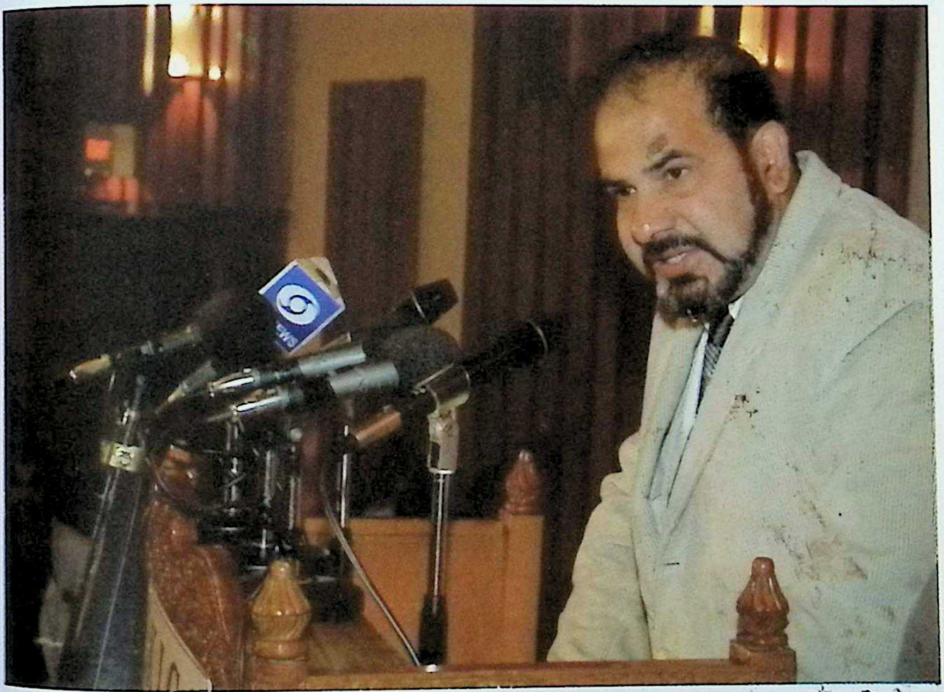

فاروق رینزوشاہ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزو شاہ ایوارڈ لیتے ہوئے جناب اے پی جے عبدالکلام اور جناب غلام نبی آزاد کے ساتھ

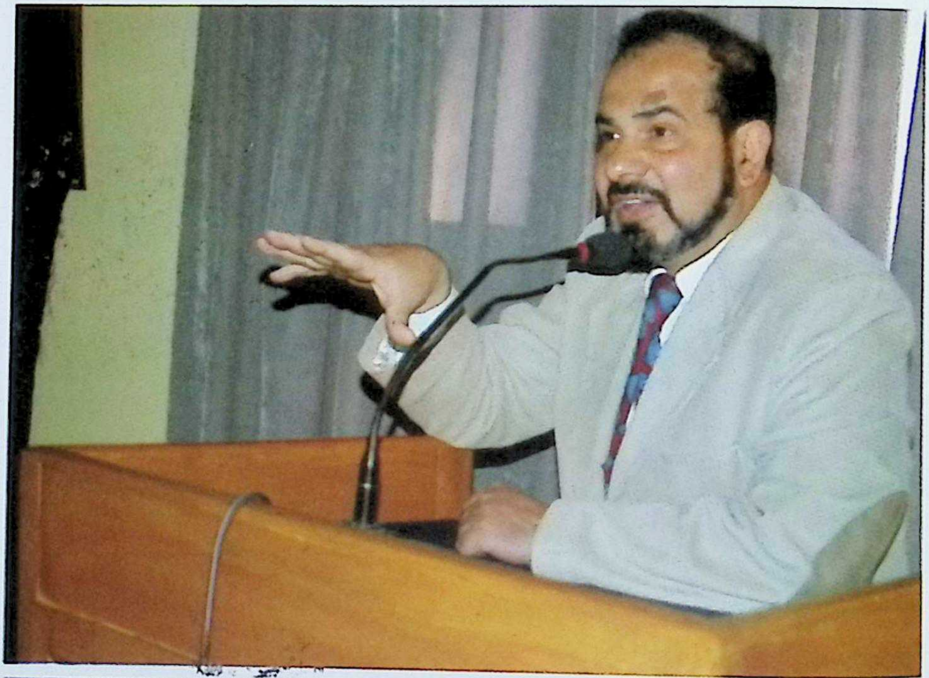

فاروق رینزو شاہ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزوشاہ اپنی اہل وعیال کے ساتھ

فاروق رینزوشاہ کی صاحبزادی ایوارڈ لیتے ہوئے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

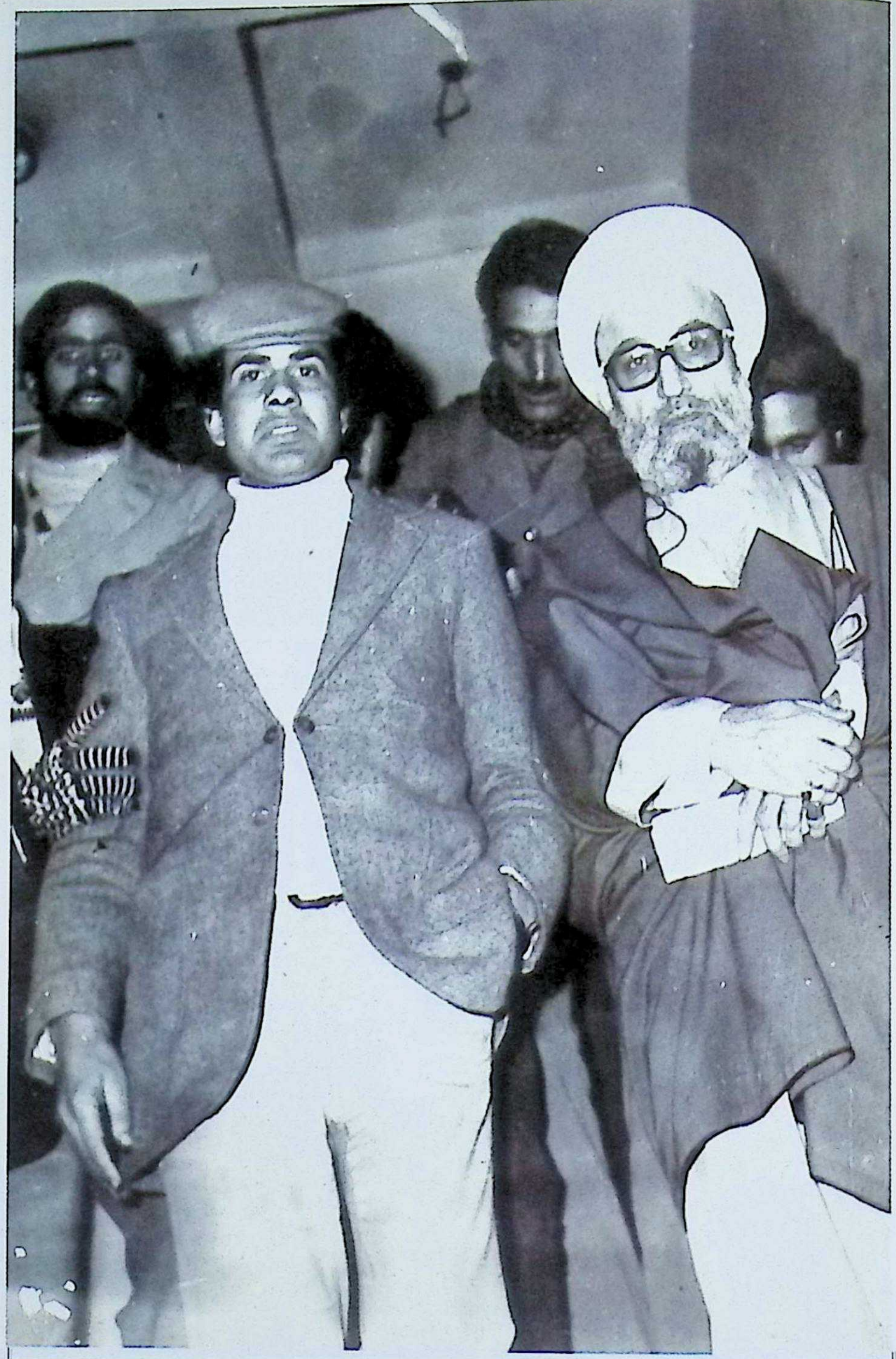

فاروق رینزو شاہ ایران کے ایک عالم شخصیت کے ساتھ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

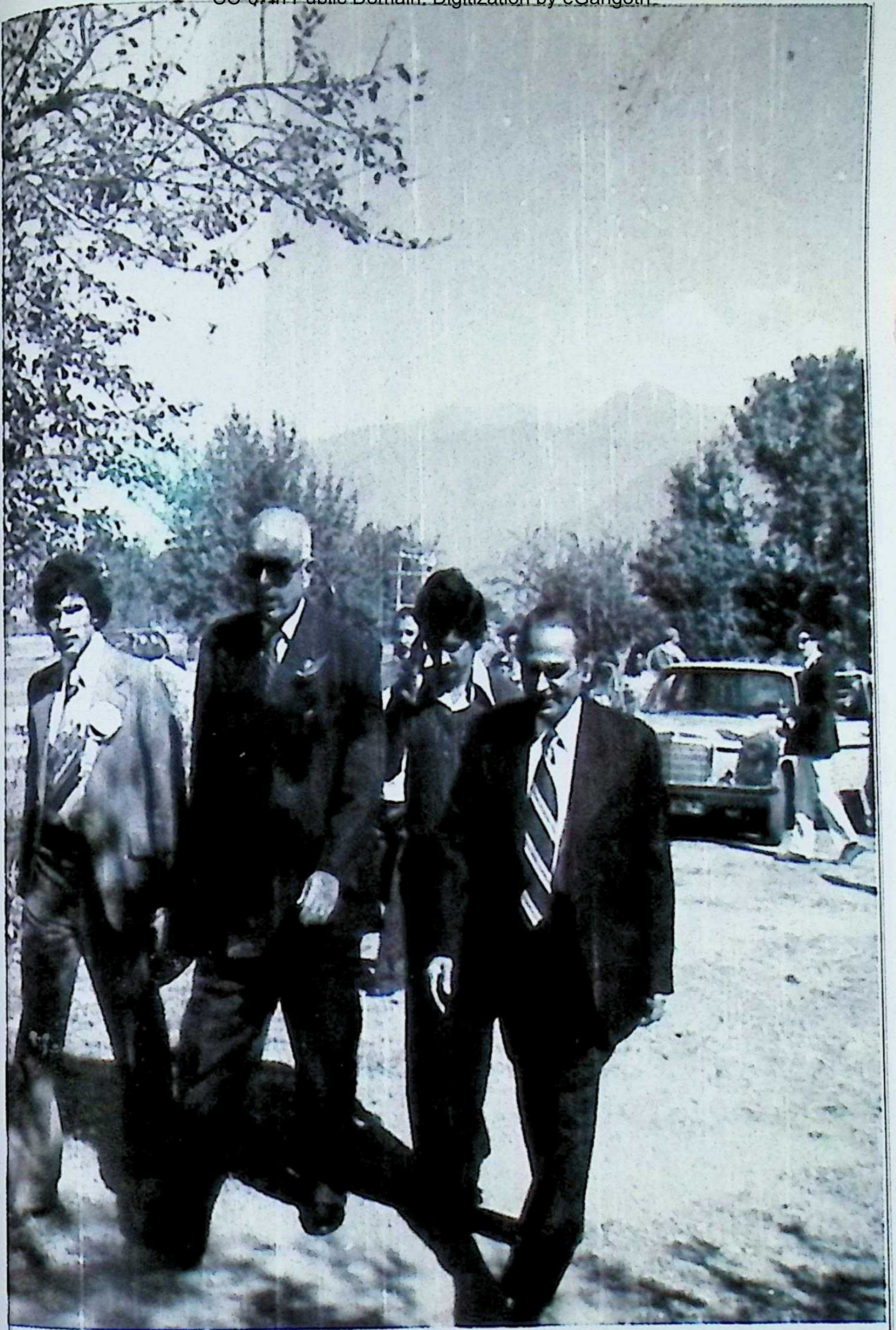

فاروق رینزو شاہ مرحوم شیخ محمد عبداللہ کے ساتھ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

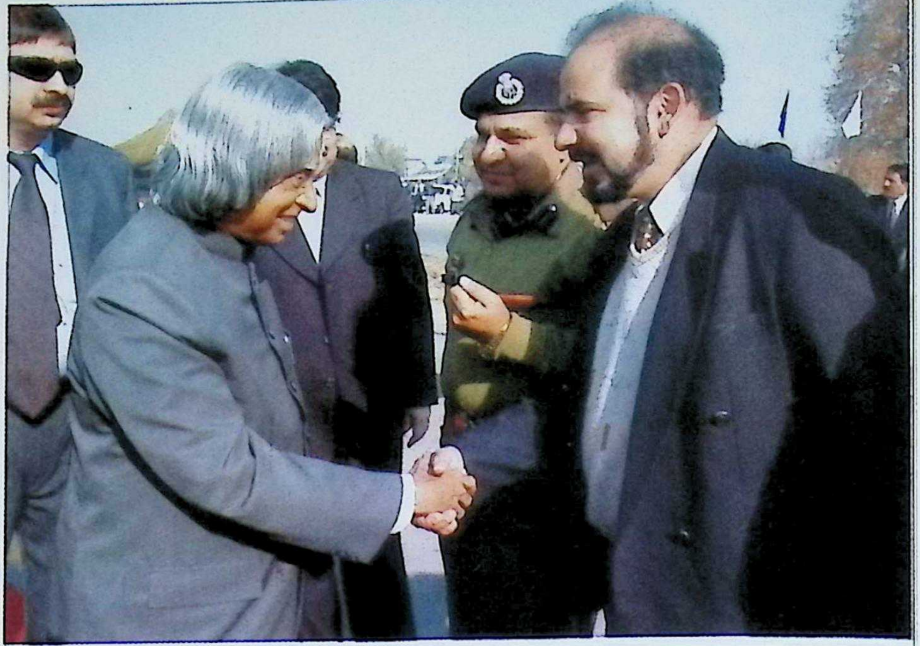

فاروق رینزوشاہ جناب اے پی جے عبدالکلام کے ساتھ

فاروق رینزوشاہ محترمہ امبکا سونی جی کے ساتھ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

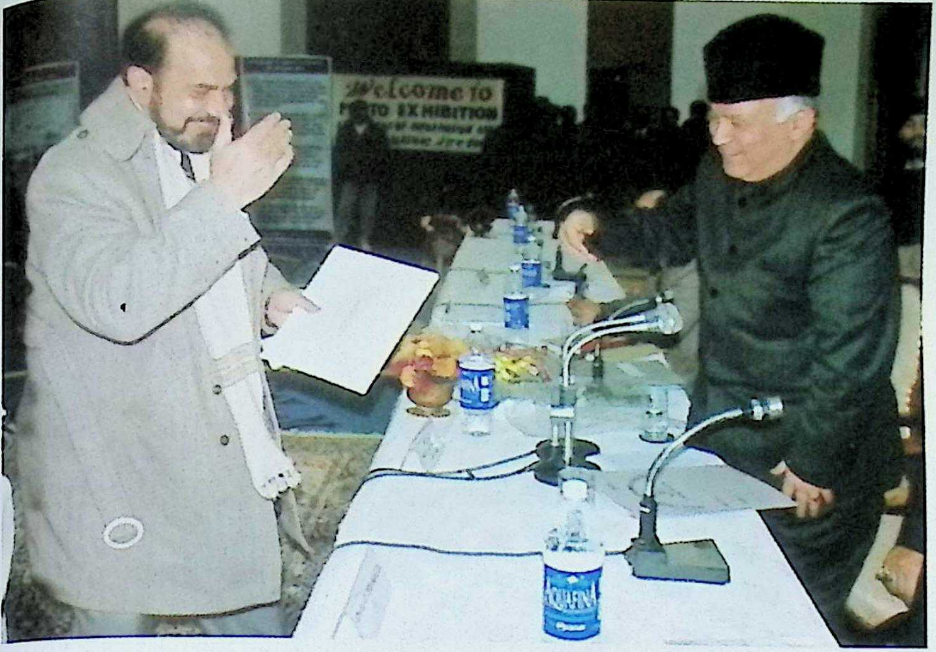

فاروق رینزوشاہ چیف جسٹس کے ساتھ

فاروق رینزوشاہ کی پہلی کتاب منظر عام پر (بیگم عبداللہ کے ہمراہ)

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزوشاہ بالی وڈ اداکار سنجے خان کے ساتھ

فاروق رینزوشاہ بالی وڈ اداکار ونود کھنہ کے ساتھ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزوشاہ جناب پرنب مکھرجی کے ساتھ

فاروق رینزوشاہ جناب آئی کے گجرال کے ساتھ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزوشاہ محترمہ سونیا گاندھی جی (یو پی اے چیئرپرسن) کے ساتھ

فاروق رینزوشاہ (بچپن کی یادیں) کشمیری تہذیب وتمدن کو دکھاتے ہوئے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزو شاہ کدافی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزوشاہ ایک کتاب ریلیز کرتے ہوئے جناب غلام نبی آزاد، جناب مظفر بیگ وجناب پیرزادہ محمد سعید

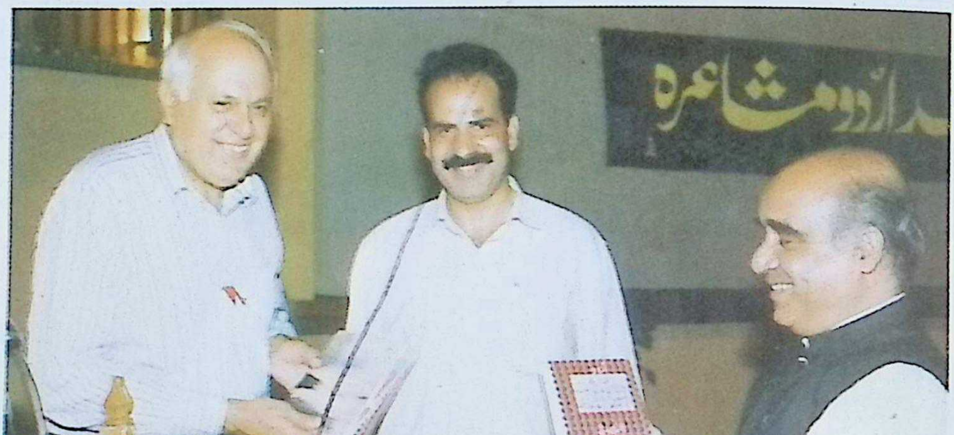

فاروق رینزوشاہ جناب ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے ساتھ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزوشاہ جناب ڈاکٹر فاروق عبداللہ کے ساتھ

فاروق رینزوشاہ جناب عمر عبداللہ کے ساتھ (قلم ریلیز مرحوم شیخ محمد عبداللہ)

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بھاگتے لمحے

''بھاگتے لمحے'' ایک اصلاحی افسانہ ہے جس میں افسانہ نگار نے وقت کی اہمیت کو تین مختلف وارداتوں میں پیش کر کے ساری کہانی کا تانہ بانہ بُنا ہے یہی نہیں افسانہ نگار نے فنی مہارت سے آغاز، عروج اور اختتام میں اس طرح پیوند لگایا ہے کہ قاری اول سے آخر تک کرداروں کی رو میں برابر بہتا چلا جاتا ہے۔ اگر چہ کہیں کہیں جھول بھی دکھائی دیتی ہے لیکن یہ عیب بر وقت اور مناسب مکالموں کے سامنے مانند پڑ جاتا ہے۔ افسانے کا عنوان دراصل وقت کی علامت ہے۔ اس افسانے میں ایک ایسی لڑکی کی کہانی کو پیش کیا گیا ہے جو اپنی بہنوں کی پرورش کی خاطر اپنی جوانی تک قربان کر دیتی ہے۔ کہانی کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

زبیدہ اور اس کی دو بہنیں امیر گھر کی اولادیں تھیں۔ زبیدہ نہایت ہی خوبصورت اور جوان تھی۔ شادی کے لیے ہزاروں پیغامات آرہے تھے۔ ماں، باپ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔ زبیدہ نے اعلیٰ تعلیم کی خاطر کالج میں داخلہ لیا لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔ ایک حادثے میں ماں باپ کی موت نے زبیدہ اور اس کی دو بہنوں کو یتیم کر دیا۔ سارے گھر کی ذمہ داری زبیدہ کے سر آگئی۔ اُس نے اپنے محبوب اشرف کو بھی چھوڑ دیا۔ وقت اتنی تیزی کے ساتھ گذرتا گیا کسی کو احساس بھی نہ ہوا۔ زبیدہ کی چھوٹی بہنیں نجمہ اور گُل نے کالج میں داخلہ لے لیا۔ ایک دن ذبیدہ نے چھوٹی بہن نجمہ کو لال چوک میں کسی آوارہ لڑکے کے گلے میں بازو ڈال کر موٹر بائیک پر سوار دیکھا۔ اُس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔ اُس کے ذہن میں طرح طرح کے سوالات گردش کرنے لگے۔ یہاں افسانے میں ایک ڈرامائی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ قاری کے ذہن میں تمام رشتوں ناطوں پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔ جب زبیدہ نجمہ سے گھر پہنچنے پر دریافت کرتی ہے تو نجمہ کا رویہ دیکھ کر ہکا بکا رہ جاتی ہے جسے مصنف نے یوں پیش کیا ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''باجی اپنے آپ کو سنبھالو۔ میں نے کوئی جُرم نہیں کیا
میں خوبصورت ہوں منیر مجھ سے محبت کرتا ہے۔ تم عمر
رسیدہ عورت ہو تمہارے ساتھ کوئی لڑکا چلنا منظور نہ
کرے گا۔ اس لیے تم میری خوشیوں پر جل رہی ہو۔
نجمہ نے واپس جواب دیا۔'' ؎

چند دنوں کے بعد نجمہ عدالت میں منیر سے شادی کر لیتی ہے اور گُل افروز بھی شبیر کے ساتھ گھر سے بھاگ جاتی ہے۔ زبیدہ کو گذرے وقت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ وہ اپنے رشتے کے لیے کوشاں ہے آخر اس کے گھر ایک رشتہ آتا ہے۔ اور جب وہ گھر آئے مہمانوں کے لیے چائے لے کر آتی ہے تو اشرف اُسے دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اُسے اپنے لیے نہیں بیٹے کے لیے رشتہ چاہیے۔ ان الفاظ کے ساتھ افسانہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

اس افسانے کو ہم تاثراتی افسانے کے زمرے میں بھی رکھ سکتے ہیں۔ زبیدہ افسانے کا مرکزی کردار ہے جو اول سے آخر تک لمحہ لمحہ ثانوی کرداروں کی جوڑ توڑ میں برابر شریک ہے۔ افسانے کا پلاٹ مربوط ہے۔ افسانہ نگار کی سماجی مسائل پر گہری نظر ہے۔ وہ ہر کردار کو پرکھتا ہے پھر زبان عطا کرتا ہے اور آخر میدان میں چھوڑ دیتا ہے۔ کرداروں کے ذریعے مصنف نے کئی سماجی مسائل کو اُجاگر کیا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ جلدی میں کیے ہوئے فیصلے کبھی کبھی کتنے غلط ہوتے ہیں۔ افسانہ اختتام پذیر ہوتے ہی قاری کے ذہن کو کئی سوالوں کے جواب تلاشنے پر اُکسانے لگتا ہے۔ یہی وہ خصوصیت ہے جس کی وجہ سے فاروق رینزو اپنے معاصر افسانہ نگاروں سے منفرد نظر آتے ہیں۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کتا بھونکتا ہے

(انسانوں سے معذرت کے ساتھ)

''کتا بھونکتا ہے'' ایک طنزیہ افسانہ ہے، جس میں افسانہ نگار نے انسان کے گرتے ہوئے میعار پر طنز کیا ہے اور معاشرے میں انسانی اقدار کی تذلیل کو موضوع بحث بنایا ہے۔ مصنف نے اس بات کی کھل کر عکاسی کی ہے کہ اس آپا دھاپی کے دور میں کس طرح انسان انفرادیت کو اجتمایت پر ترجیح دیتا ہے۔ اور کتا کس طرح اِنسان پر سبقت لے جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اس جھوٹ اور مکر و فریب کی دنیا سے تنگ آکر کسی انجان راستے کی تلاش میں سرگرداں پھر رہا ہے۔

ایک بستی میں ٹامی نام کا ایک کتا ہوتا ہے کہنے کو تو وہ گلی کا آوارہ کتا ہے لیکن جب انسانوں کو ایک دوسرے پر ظلم کرتے دیکھتا ہے تو وہ چیختا ہے اُسے برداشت نہیں ہوتا جب ایک چور کسی شریف انسان کا گھر لوٹتا ہے۔ ایک دن اس کتے نے جب غفور کو رحمان کے گھر میں چوری کرتے دیکھا تو ٹامی یوں چلا اُٹھتا ہے۔

''مت لوٹو دوسرے انسان کو۔ اس بیچارے کی تین
لڑکیاں ہیں۔ انکی شادی کرنی ہے کیوں اس پر ظلم کر
رہے ہو۔ آوارہ کتا انسان کو سمجھا رہا تھا۔''[5]

کتے نے اس وقت بھی آواز اُٹھائی جب رات کے عالم میں سلیمہ غیر مرد کے ساتھ سوئی تھی اور اس وقت بھی خاموش نہ رہا جب ترلو کی دھت شراب پی کر اپنی بیوی کو مار رہا تھا۔ غرض کہ اگر ٹامی کہیں سے کھانا چھین کر لاتا تو بھوکے انسانوں میں تقسیم کر دیتا لیکن ایک دن کتا کہیں مسجد کے پاس سے جا رہا تھا اُس نے مسجد کا دروازہ کھلا دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔

''اُس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور مسجد کے خالی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کمرے میں داخل ہو کر سجدے میں گر پڑا۔''۶

جب بستی کے انسانوں نے کُتے کو مسجد میں داخل ہوتے دیکھا تو وہ اس کو مارنے لگے سب نے ڈنڈے، لاٹھیاں اور پتھروں سے اُس کا جسم تار تار کر دیا اور کُتا زمین پر پڑا ہوا کہہ رہا تھا مجھے فخر ہے میں انسان نہیں بل کہ کُتا پیدا ہوا ہوں۔

افسانہ ''کتا بھونکتا ہے'' میں انسان اس قدر مسائل میں گھرا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ وہ سماجی اقدار کو بھول کر رشتوں کے تقدس کو بھی پامال کر دیتا ہے۔ انسان کی بدتر حالت پر مصنف نے کُتے کی زبان سے جو مقالمے ادا کروائے ہیں وہ قاری کو فوراً اپنی گرفت میں لے جاتے ہیں۔ زبان و بیان صاف اور سادہ ہے۔ کرداروں میں ٹامی کا کردار قاری کو بے حد متاثر کرتا ہے۔

اندھیری رات

''اندھیری رات'' فاروق رینزو شاہ کا ایک طنزیہ اور اصلاحی افسانہ ہے۔ اس افسانے میں مصنف نے مغربی تہذیب پر طنز کیا ہے۔ علاوہ ازیں زنا کاری جیسے سنگین مسئلے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ اور نوجوان نسل میں سیکس، جوے، شراب، چرس، ایل سی ڈی جیسی بڑھتی ہوئی برائیوں کی کھُل کر عکاسی کی ہے۔ افسانہ نگار کے نزدیک اِن برائیوں سے پیدا ہونے والے مسائل ہمارے سماج کا سنگین المیہ ہے۔

''اندھیری رات'' کا مرکزی کردار لتا نام کی ایک نوجوان لڑکی ہے جو تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے گھر سے باہر جاتی ہے وہ مغربی تہذیب کی دلدادہ ہے اور سیکس، جوے، شراب جیسی بُری عادتوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ یہاں افسانہ نگار نے بظاہر تو سیدھے سادھے الفاظ میں کہانی بیان کی ہے لیکن مناسب کردار اور ان کی بروقت آمد قاری کے تجسس میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔

لتا ایک کلب میں ریاض نام کے ایک لڑکے سے ملتی ہے اور یہیں اُس سے دوستی کر لیتی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہے۔دونوں ماڈرن خیالات کے مالک ہیں اُن کے نزدیک سماجی قدریں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ وہ دن رات ایک ساتھ رہتے ہیں۔سیکس (Sex) کے بارے میں لتا کے خیالات ریاض کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔

اقتباس ملاحظہ ہو۔

> ''اگر سیکس کی لذت پوری جوانی میں نہ حاصل کی گئی تو کب حاصل کی جائے گی۔لتا کہہ رہی تھی۔شادی جیسی فرسودہ روایات اُسے بالکل پسند نہ تھیں۔ساری عمر ایک مرد کے ساتھ گذارنا وہ اپنے بس سے باہر سمجھتی تھی۔'' ۷

لتا ریاض کے شہر کالج میں تعلیم حاصل کرنے کی خاطر آئی تھی گھر سے ہزاروں روپیہ خرچ کے لیے آتا تھا۔ جسے وہ عیاشی میں اُڑا دیتی ہے۔اُسے اپنوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی یہاں تک کہ اپنی ماں سے آخری ملاقات بھی اُسے یاد نہیں ہے۔افسانہ نگار نے جدید تعلیم میں اخلاقی گراوٹ پر طنز کیا ہے۔اور افسانے میں تذبذب کی سی کیفیت پیدا کر دی ہے۔

ریاض اور لتا جب ساتویں رات ایک ساتھ گذارنے کے بعد صبح کالج کے لیے نکل رہے تھے اتنے میں ریاض کے والد آصف کی آمد نے دونوں کو چونکا دیا۔آصف کی نظر جب لتا پر پڑی تو بے ساختہ کہا۔

> ''لتا تم۔لتا آصف کو حیرانی سے دیکھنے لگی آپ کو میرا نام کیسے معلوم اُس نے فوراً آصف سے سوال کیا۔'' ۸

آصف نے جیب سے لتا کے بچپن کی تصویر نکالی اور کہا تم میری بیٹی ہو۔جب تمہاری ماں اور میں جوان تھے ہم نے ناجائز طور پر تمہیں جنم دیا بعد میں میری شادی کہیں اور ہو گئی اور تمہاری ماں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کی کہیں اور ریاض سیڑھیوں پر کھڑا خاموشی سے اپنے باپ کی باتیں سُن رہا تھا۔ اُس کی زبان سُن ہوگئی تھی ۔ایک آندھی چلی اور ایک گندھی کہانی ہمیشہ کے لیے دب گئی۔

مندرجہ بالا جملے کے ساتھ ہی افسانہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے اور افسانہ نگار قاری پر یہ فیصلہ چھوڑ دیتا ہے کہ کیا ناجائز اولاد سے جائز توقعات رکھی جاسکتی ہیں۔ کہانی کا دوسرا رُخ مغربی تہذیب کے منفی اثرات کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے بھی یہ عمدہ افسانہ ہے آسان اور سادہ زبان کے استعمال نے اس کے حسن میں اور بھی اضافہ کردیا ہے یہ افسانہ دراصل انسانی کرداروں کا روشن آئینہ ہے جو سبق آموز بھی ہے اور قاری کو اصلاح کا درس بھی دیتا ہے۔

ڈوبتے کنارے

''ڈوبتے کنارے'' فاروق رینزوشاہ کے اس افسانوی مجموعے کا عنوان بھی ہے۔ اس کا جائزہ لینے سے پہلے اس کے فنی محاسن اور اس کی موضوعی حیثیت کا تعین کرنا ضروری ہے کہ اس کا حقیقی زندگی سے کتنا رشتہ ہے۔ کہانی کا پلاٹ دُہرا ہے اس میں دو کہانیاں ایک ساتھ چلتی ہیں۔

افسانے میں چار کردار ہیں۔ الفت، احمد، حفیظ اور فیروزہ۔ یہ چاروں ہی نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں لیکن الفت مرکزی کردار ہے جس کے گرد ساری کہانی گھومتی ہے۔ الفت کی زندگی نہایت ہی خوشگوار ہے وہ احمد سے محبت کرتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی محبت میں سرشار ایک دوسرے کے قریب رہنے کی ہمیشہ دُعائیں مانگتے ہیں۔ لیکن الفت کو جب بھی یہ خیال آتا کہ اس کی منگنی بچپن میں ہی ہو چکی ہے تو اس کی نگاہیں بے ساختہ ہاتھوں کی لکیروں میں اُلجھ جاتی ہیں۔ وقت گذرتا گیا الفت کی شادی کے دن قریب آتے گئے ایک دن الفت نے جب شادی کا دعوت نامہ احمد کے ہاتھوں میں تھمایا تو احمد نے وعدہ کیا کہ وہ اُسے دلہن کے روپ میں دیکھنے ضرور آئے گا۔ جب وہ اس کے گھر پہنچتا ہے تو اس کے احساسات یوں ہوتے ہیں۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''احمد نے ایک بھرپور نظر اُلفت پر ڈالی۔ دونوں کی
نگاہیں مل گئیں۔ وہی سوال اور وہی جواب دونوں نے
اپنے آپ کو سنبھالا اور سوال و جواب میں اُلجھے
آنسوؤں کو باہر نہ آنے دیا۔'' ۹

اُلفت کی جدائی کے بعد احمد کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ یہاں افسانے میں ایک ڈرامائی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ دوسری جانب فیروزہ احمد کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتی ہے۔ احمد الفت کے علاوہ کسی کے بارے میں سوچنے کے لیے بھی تیار نہیں۔ ایک دن احمد بیمار ہوتا ہے تو اُسے خیال آتا ہے اگر الفت نہیں تو مجھے زندگی کے سہارے کے لیے فیروزہ کو اپنا لینا چاہیے مگر المیہ یہ ہے کہ تب فیروزہ کی شادی حفیظ کے ساتھ ہو چکی ہوتی ہے۔

کہانی کے پلاٹ کی ترتیب، کرداروں کی فکر و عمل اور مکالموں کا اندازِ بیان نہایت فطری ہے۔ زبان و بیان اور منظر نگاری کے ساتھ ساتھ افسانے میں تاثراتی ارتقاء بھی ملتا ہے۔

راکھ

یہ ایک عمدہ افسانہ ہے۔ جس میں چاند کو علامت کے طور پر استعمال کر کے ایک رومانوی خیال کو قلم بند کیا گیا ہے۔ تقریباً ۲۳۵ الفاظ پر مشتمل اس افسانے میں ایک عاشق کی بے بسی اور محبت کی راہ میں اس کی اُمید اور جستجو کو جس فنی مہارت کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔ یہ مصنف ہی کا کمال ہے۔ کہانی کی ابتدا میں قاری یہ طے کر لیتا ہے کہ ایک اُمید ہے جو ختم ہونے جا رہی ہے لیکن جوں جوں کہانی آگے بڑھتی ہے اس کے دل میں ایک گُم نام عاشق کے لیے ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ افسانے کی ابتدا میں جو منظر کشی کی گئی ہے اُس کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

''دور اُفق پر چاند آہستہ آہستہ بادلوں کی اوٹ سے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

باہر نکل رہا تھا۔ ابھی یہ چاند اوپر آئے گا ساری کائنات
اس کے نور میں نہا جائے گی۔ لیکن میری دنیا میں اور
زیادہ اندھیرا چھا جائے گا۔'' ۱۰

متذکرہ افسانے میں ایک ایسی شام کا عکس پیش کیا گیا ہے جہاں اُلفت کا محبوب اُداس بیٹھا ہوا اس سوچ میں گم ہے کہ اگلی صبح کو الفت کی وداعی ساری عمر کی جدائی کا سبب بن جائے گی۔ اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات گردش کرنے لگتے ہیں وہ سوچتا ہے کہ آج شام جب الفت دلہن بنی ہوگی تو کیسی لگ رہی ہوگی۔ میرا دیا ہوا لاکٹ کیا اسکے گلے میں ہوگا یا نہیں، پھر وہ خود طے کر لیتا ہے کہ وہ اسے چوم رہی ہوگی۔ وہ خود سے سوال کرتا ہے کہ کیا الفت کے مستقبل پر کسی اور کا حق ہو جائے گا۔

چاند پوری آب وتاب کے ساتھ چمکنے لگتا ہے رات ڈھلنے والی ہوتی ہے وہ اشکبار آنکھوں سے چاند کو دیکھتے ہوئے کہتا ہے یہ چاند سے نکلنے والے شعلے میری محبت کو خاک کر دیں گے اور میری اُمیدوں کو ندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اگلی صبح الفت دلہن بنی ہوئی ایک لمبی کار میں بیٹھتی ہے تو وہ الفت کو اپنے محبوب سے بہت دور لے جاتی ہے۔ یہاں افسانہ اختتام پزیر ہو جاتا ہے اور قاری الفت کے مستقبل کے بارے میں جاننے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ دو کرداروں پر مشتمل یہ افسانہ قاری کو اول سے آخر تک اپنی گرفت میں لئے رکھتا ہے۔ پلاٹ مربوط ہے اور سیدھی سادی زبان کا استعمال کہانی کے حسن کو اور دوبالا کرتا ہے۔

سجدہ

''سجدہ'' فاروق رینزوشاہ کا ایک رومانوی افسانہ ہے جس میں اس بات کی عکاسی کی گئی ہے کہ ہمارے سماج میں مذہب کی دیواریں دو محبت کرنے والوں کو کتنی مضبوطی سے روک لیتی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہیں۔افسانے کا ماحول خالص ہندوستانی ہے اور منظر کشمیری ہے جہاں مخدوم صاحب کی زیارت کے سامنے والے قبرستان میں اشوک نام کا ایک نوجوان سحر کی قبر پر آہ وزاری کر رہا ہے۔

اشوک ہندو دھرم سے تعلق رکھنے والا نوجوان ہے وہ سحر سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔اسکے نزدیک سب سے بڑا دھرم انسانیت ہے، لیکن سماج میں اس بات کو قدرے مختلف نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے، سحر کو ہر طرف سے طعنے اور طرح طرح کی ازیتیں دی جاتی ہیں آخر کار وہ مجبور ہو کر خودکشی کر لیتی ہے اس کی موت کے بعد فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو جاتے ہیں اور آخر کار اشوک کو اس فساد کا زمہ دار ٹھہرا کر جیل بھیج دیا جاتا ہے کچھ عرصہ بعد اشوک جیل سے بھاگ جاتا ہے، یہاں افسانے میں ایک تجسس کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔اشوک دوڑتا ہوا کہیں اور نہیں بل کہ اس قبرستان کی طرف جاتا ہے۔جہاں سحر کو دفنایا گیا ہے۔مصنف نے اشوک کے الفاظ کو یوں قلمبند کیا ہے۔

''سحر ہم نے کوئی قصور نہ کیا۔لیکن دنیا نے ہمیں بہت سزا دی۔ہماری بے انتہا محبت نے ان کو پریشان کیا۔ ہماری مقدس محبت سے مذہبی ٹھیکیداروں کے جذبات اُمڈ پڑے۔مسلمانوں کو اسلام خطرے میں نظر آیا اور ہندوؤں کو اپنے مذہب کی دیواریں ہلتی ہوئی دکھائی دیں۔ذرا ان لوگوں سے پوچھو جو گلہ پھاڑ پھاڑ کر ہماری محبت کے خلاف چیخ رہے تھے۔''[1]

اشوک سحر کی قبر کے پاس سر پٹک پٹک کر جان دے دیتا ہے۔جب بستی کے لوگوں کو یہ خبر ہوتی ہے کہ اشوک قبرستان میں سحر کی قبر کے پاس بیٹھا ہے وہ دیکھنے آتے ہیں لیکن وہاں اشوک کی لاش سحر کی قبر کو سجدہ کر رہی ہوتی ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

متذکرہ افسانے کی زبان نہایت ہی سادہ، سلیس اور دلکش ہے۔ افسانہ نگار نے کہانی کو سیدھے سادھے انداز میں تحریر کیا ہے۔ اشوک مرکزی کردار ہے جس کے گرد ساری کہانی گھومتی ہے۔ بقیہ ضمنی کردار ہیں جو کہانی کو آگے بڑھانے میں مدد دیتے ہیں۔ فاروق رینزو کم لفظوں میں بڑی بات کہہ دینے کا ہُنر رکھتے ہیں۔ زبان و بیان نہایت ہی سُتھرا اور نکھرا ہوا ہے۔

شیطان کے پُجاری

یہ فاروق رینزو شاہ کا تاثراتی افسانہ ہے۔ جس میں اول سے آخر تک ایک بے نام اذیت کا احساس ملتا ہے۔ اس میں مصنف نے ایک بچے کی ذہنی کشمکش کو موضوع بنایا ہے جو اسکول جاتے وقت اکثر و بیشتر ایک ایسے گروہ کو دیکھتا ہے جو شراب پی کر جوا کھیل رہے ہوتے ہیں۔ اُسے اُن لوگوں سے سخت نفرت ہو جاتی ہے۔ اس بچے کے ذہن میں بار بار یہ سوال اُبھرنے لگتا ہے کیا یہی لوگ شیطان کے پُجاری تو نہیں۔ وہ گھر جا کر اپنی ماں سے سوال کرتا ہے۔ یہ شیطان کے پُجاری کون ہوتے ہیں۔ اس کی ماں اُسے سمجھاتی ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ ان سے بچ کر رہنا چاہیے۔ ان کا ٹھکانہ تو جہنم میں ہے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ بچہ جوان ہوتا گیا۔ ایک دن شرابیوں کا گروہ اُسے اپنی طرف متوجہ کرتا ہے وہ اُن سے بھاگ کر ایک مسجد میں پناہ لیتا ہے۔ ایک اقتباس:۔

> ''میں نے مسجد کے خالی کمرے کی طرف نظر دوڑائی
> اور اُس وقت مجھے تنہائی کا احساس ہونے لگا۔ باہر
> شیطان کے پُجاری ایک ساتھ مستی میں جھوم رہے
> ہیں۔ شراب کی بوتلیں بہہ رہی تھیں۔ اُن کے درمیان
> سونے اور چاندی کے ڈھیر تھے۔ بے شمار روپیہ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بکھیرے ہوئے تھے۔ خوبصورت لڑکیاں نیم برہنہ
شہوت کا نشہ اپنی آنکھوں میں بھرے مجھے عجیب دعوت
دے رہی تھیں۔'' ۱۲؎

کچھ وقت گذرنے کے بعد جب وہ مسجد سے باہر آتا ہے تو نیم برہنہ لڑکیوں کو دیکھ کر اُن کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اُسے اپنی ماں کی باتیں یاد آنے لگتی ہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو روک نہیں پاتا اور ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ جن سے وہ کبھی نفرت کیا کرتا تھا۔ جب مدہوشی کے عالم میں اُس نے آنکھ کھولی تو ایک بچہ انہیں دیکھ کر بھاگ رہا تھا۔ اُس نوجوان کو اپنا بچپن یاد آتا ہے کہ ایک دن وہ بھی اسی طرح ان لوگوں کو دیکھ کر بھاگ رہا تھا۔

''شیطان کے پُجاری'' ایک مختصر افسانہ ہے جس میں فاروق رینزو نے فنی مہارت کے ساتھ انسانی فطرت کو پیش کیا ہے۔ زبان نہایت ہی سادہ استعمال کی ہے جو افسانے کے تاثر میں اضافہ کرتی ہے۔

حادثہ

''حادثہ'' فاروق رینزو شاہ کی ایک شاہکار تخلیق ہے۔ جس میں کہانی کا رومانی فضاء کے زیرِ اثر ارتقاء کی مختلف منزلیں عبور کرتا نظر آتا ہے۔ ''حادثہ'' فاروق رینزو کا ایک منفرد انداز میں لکھا گیا افسانہ ہے جس میں ''ارشاد کی ڈائری کا ایک ورق''، ''الطاف کی ڈائری کا ایک ورق''، ''واجدہ کی ڈائری کا ایک ورق''، ''ارشاد کا خط واجدہ کے نام'' سے چار خطوط کی صورت میں کہانی بیان کی گئی ہے۔

افسانے کا پلاٹ کچھ اس طرح ہے۔ مرکزی کردار ارشاد جو واجدہ کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتا ہے۔ ایک دن واجدہ سے اظہار محبت کرتا ہے۔ واجدہ کے دل میں الطاف پہلے ہی بس

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

چکا ہوتا ہے وہ خاموش رہتی ہے۔ ارشاد اُس کی خاموشی کو رضامندی سمجھ کر اُس کے گھر میں اپنے والدین کو رشتے کے لیے بھیجتا ہے۔ آخر کار رشتہ طے ہو جاتا ہے اور شادی بھی ہو جاتی ہے۔ شادی کے بعد واجدہ کی پُر اسرار خاموشی دیکھ کر ارشاد کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ اس سے نفرت کرتی ہے۔ ایک دن اچانک جب ارشاد نے واجدہ کی الماری کھولی تو اس نے وہ تمام خطوط پڑھ لیے جو الطاف نے واجدہ کے نام لکھے تھے۔ ارشاد اپنے آپ کو واجدہ کا مجرم تسلیم کرنے لگا۔ اس نے واجدہ کو طلاق دے دی اور کہا کہ تم الطاف سے شادی کر لو وہ بھی تم سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ یہ کہہ کر ارشاد وہاں سے رخصت ہو جاتا ہے اور صبح اخبار میں خبر آتی ہے۔

''شہر میں ایک ہولناک حادثہ ۱۱ دسمبر ۱۹۷۷ء شہر کے ایک مشہور جواں سالہ تاجر جناب ارشاد احمد کار چلاتے ہوئے ایک حادثے کا شکار ہو گئے۔ ارشاد احمد زخموں کی تاب نہ لا کر موقع پر ہی دم توڑ گیا۔'' ۱۳

فاروق رینزو نے اس افسانے میں اس نوجوان کا المیہ پیش کیا ہے جو بروقت واجدہ کے جذبات کو نہ سمجھ سکا۔ فاروق رینزو کے افسانوں کے موضوعات بھرپور معنی رکھتے ہیں۔ کردار بھی حقیقی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ زبان و بیان کا بہترین استعمال اس افسانے کے حسن کو اور زیادہ بڑھا دیتا ہے۔

اس کی ننگی لاش

فاروق رینزو شاہ کا یہ ایک اصلاحی افسانہ ہے۔ جس میں انہوں نے انسان کے ایمان کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔

قادر ا اپنی بیٹی کی شادی کے لیے چار ہزار روپے جمع کر کے ایک شخص کے پاس امانت کے طور

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

رکھتا ہے۔ لیکن جب ایک سال بعد وہ اپنی بیٹی کی شادی کے لیے رقم واپس لینے جاتا ہے تو وہ شخص پیسہ دینے سے انکار کردیتا ہے۔ قادرا بہت رویا منت سماجت کی لیکن اُس شخص نے ایک نہ مانی۔ قادرا کو اپنی بیٹی کی شادی کی فکر تھی۔ اُسے یہ سوچ اندر ہی اندر سے کھائے جارہی تھی کہ اب کیا ہوگا۔

اقتباس ملاحظہ ہو۔

''غریب قادرا کی بیٹی کی شادی نہ ہوسکی۔ دُلہا واپس
چلا گیا۔ قادرا کی بیٹی نے خودکشی کرلی۔ قادرا پاگل
ہوگیا۔'' ۱۴

متذکرہ افسانے کا پلاٹ سیدھا سادا اور مربوط ہے۔ کہانی میں ربط و تسلسل ہر جگہ قائم ہے۔ غرض یہ کہ ''اُس کی ننگی لاش'' تاثراتی اعتبار سے کامیاب افسانہ ہے۔ کہانی میں چند گنے چُنے کردار ہیں۔ زبان سادہ، صاف اور رواں ہے۔ کہانی کا مرکزی خیال اتنا پُر تاثر ہے کہ پڑھنے کے بعد دیر تک قاری تجسس کی کیفیت سے باہر نہیں نکل پاتا۔

جانوروں کی بستی

''جانوروں کی بستی'' ایک طنزیہ افسانہ ہے۔ جس میں انہوں نے انسان کے مختلف جذبات کو پیش کیا ہے اور ایک بھائی کو دوسرے بھائی پر ظلم کرتے دکھایا ہے۔ مصنف نے یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ انسان جب ظلم کرنے پر آتا ہے تو ایک جانور سے بھی بدتر روپ اختیار کرلیتا ہے۔

کہانی کا پلاٹ اس طرح ہے کہ کبیرا اپنے محلے والوں کے ساتھ مل کر کسی سیاسی رنجش کی بنا پر اپنے پڑوس کی بستی میں آگ لگانے کے لیے جارہا ہوتا ہے۔ اُس کا بڑا بھائی اُسے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ دونوں میں تھوڑی تکرار ہوتی ہے اور مار پیٹ کی نوبت آجاتی ہے۔ کبیرا اپنے بڑے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بھائی کو شدید زخمی کر دیتا ہے اور غصے میں آ کر اپنے کم سن بھتیجے "منہ" اور بھائی کو بھی معاف نہیں کرتا
مُنہ اپنی ماں سے رو کر کہہ رہا تھا۔

"ماں۔ ماں۔ میں بہت ڈرا ہوا ہوں۔ تم رومت دیکھو
ماں۔ میرے چہرے پر کبیر چاچا نے زور سے تھپڑ
مارے۔ میرے چہرے پر اب بھی اُس کی موٹی
انگلیوں کے نشان ہیں۔ جب وہ لوگ پاپا کو مار رہے
تھے تو میں اُسے بچانے گیا اور کبیر چاچا نے مجھے آج
چوما نہیں بل کہ زور سے تھپڑ ماری۔" ۱۵

مُنہ روتا ہوا اپنی ماں سے سوال کر رہا تھا۔ ادھر اس کی ماں زخموں کی تاب نہ لا کر اس دنیا سے چل بسی اور اُدھر مُنے کے باپ کو رحیم چاچا کندھے پر اٹھا کر ہسپتال لے جاتا ہے۔ اتنے میں پولیس آتی ہے لوگ پولیس کو دیکھ کر ادھر اُدھر بھاگنے لگتے ہیں۔ اسی افراتفری میں معصوم مُنہ کو بھی کُچل دیا جاتا ہے۔ یہاں افسانے کا دردانگیز اور پُر اثر اختتام ہوتا ہے۔

دردانگیزی کی یہی خصوصیت اس افسانے کو اچھے افسانوں کی صف میں کھڑا کر دیتی ہے۔ فاروق رینزو کا یہ افسانہ قاری کے ذہن و دل کو افسردہ بنا دیتا ہے اور قاری کو مُنہ اور اس کی ماں کا دکھ درد اپنا محسوس ہونے لگتا ہے۔ عام فہم اور سادہ زبان و بیان کے استعمال نے جہاں اس افسانے کو پُرکشش بنا دیا ہے وہیں دوسری طرف ایک مربوط پلاٹ بھی اُبھر کر سامنے آتا ہے۔

سگی بہن

یہ ایک اصلاحی افسانہ ہے جو بہن بھائی کے عظیم رشتے کے تقدس کی عکاسی کرتا ہے۔ "ترہت" افسانے کا مرکزی کردار ہے جس کے گرد ساری کہانی کا تانہ بانہ بُنا گیا ہے۔ کہانی کا

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پلاٹ کچھ اس طرح ہے۔

ترہت اپنے باپ کی موت کے بعد تلاشِ معاش کے سلسلے میں گاؤں سے شہر آتی ہے۔ اچانک اُس کی ملاقات احمد سے ہو جاتی ہے اور احمد اُسے اپنی بہن بنا کر گھر لے آتا ہے۔ احمد بہت بڑی حویلی میں اکیلا رہتا ہے اُس کا بھی اس دنیا میں کوئی نہیں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد ترہت کا سگی بہن کی طرح خیال رکھتا ہے۔

ایک دن ترہت کمرے کی صفائی کر رہی ہوتی ہے تو اچانک احمد کی تصویر فرش پر گر جاتی ہے۔ احمد نے غصّے سے لال پیلا ہو کر ترہت کو ڈانٹنا شروع کیا۔ ترہت بہت مایوس ہوئی لیکن اب وہ سمجھ گئی تھی کہ احمد ایک نفسیاتی مریض ہے۔ اس لیے وہ بات بات پر غصّہ کرتا ہے۔ لیکن جلدی ہی احمد کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ اُس نے اپنی بہن کا دل دکھایا ہے اور وہ کہنے لگا۔

"مجھے معاف کر دو۔ میرے غصے کا کبھی خیال نہ کرنا۔
اگر میرے اپنے میرے غصّے کو برداشت نہیں کر سکتے تو
اور کون کریں گے۔" ١٦

"سگی بہن" فاروق رینزو کی ایک شاہکار تخلیق ہے جس میں انہوں نے احمد کے روپ میں ایک نہایت ہی ہمدرد انسان کو پیش کیا ہے۔ اندازِ بیان صاف اور رواں ہے۔ کردار نگاری کے لحاظ سے بھی یہ ایک متاثر کن افسانہ ہے۔ احمد کا کردار قاری کو بے حد متاثر کرتا ہے اور قاری کو اس کردار سے ہمدردی ہو جاتی ہے۔

عورت

"عورت" فاروق رینزو شاہ کا ایک اچھا افسانہ ہے۔ اگر اسے افسانہ نہیں بل کہ عورت کی ایک مکمل تصویر کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ مصنف نے عورت کے مختلف روپ کو منفرد انداز میں پیش

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کیا ہے۔یعنی عورت کبھی ماں، کبھی بہن اور کبھی بیوی کے روپ میں سامنے آتی ہے۔

متذکرہ افسانے میں بظاہر کوئی کردار نہیں لیکن افسانہ نگار نے فنی مہارت کے ساتھ عورت کو اپنی سوچ کا محور بنا کر ساری کہانی بیان کی ہے۔اقتباس ملاحظہ ہو۔

> ''اگر تمہارے دل میں جوانی کا جوش ہے تو عورت تمہارے بوسے لیتے نہ تھکے گی۔ اگر تم کامیابی و کامرانی کے طالب ہو تو عورت کی مدد سے تم ایک وقت کامیابی و کامرانی حاصل کر سکتے ہو اگر تم تھکے ہوئے ہونگے تو اس عورت کی گود میں تمہیں اطمینان وسکون ملے گا۔ اگر تم مصیبتوں میں گرتے ہو تو یہی عورت تمہیں بامِ عروج تک پہنچا دے گی۔اور تمہاری شکست کو یہی عورت فتح میں تبدیل کر دے گی۔'' ۱۷

افسانہ ''عورت'' کی زبان صاف سادہ اور رواں ہے۔یہ فاروق رینزو کی فن پر پوری طرح دسترس کا کمال ہے کہ قاری کہانی کی روانی میں برابر بہتا چلا جاتا ہے۔

آخری دائو

''آخری داؤ'' بھی ایک اصلاحی افسانہ ہے جس میں افسانہ نگار نے جوے جیسی لعنت کو موضوع بحث بنایا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہر اُس چیز کا انجام بُرا ہوتا ہے جس کی بنیاد جھوٹ پر رکھی گئی ہو۔

تین کرداروں پر مشتمل اس افسانے کے باطن میں جھانک کر اگر دیکھا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی کہانی نہیں بل کہ نصیحت آموز سبق ہے۔افسانے کا پلاٹ مربوط ہے جس کی وجہ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سے قاری کی دلچسپی برقرار رہتی ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار سلیم جوے جیسی بُری لت کا شکار ہے۔ وہ ہر شام کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جوا کھیلنے کی غرض سے جاتا ہے۔ سلیم کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ کبھی ہار کر نہیں آیا۔ اُس نے جوے میں جیت کر بہت سی جائداد، روپیہ، پیسہ جمع کرلیا تھا۔ سلیم کا اس طرح سے دولت اکٹھا کرنا اس کی محبوبہ جمیلہ کو ہرگز پسند نہیں تھا۔ وہ ہر بار اُسے منع کرتی تھی۔ ایک دن سلیم نے اُس سے وعدہ کیا کہ وہ کبھی جوا نہیں کھیلے گا۔ لیکن وہ اُس سے چھپ کر جوا کھیلتا رہا۔ جمیلہ اور سلیم ایک دوسرے سے بے حد پیار کرتے تھے۔ آخر کار اُن کی شادی بھی ہو جاتی ہے۔ شادی کے بعد جب جمیلہ اُسے جوا کھیلنے سے روکتی تو وہ یہ کہہ کر اُس کی زبان بند کر دیتا۔

> ''دیکھو جمیلہ آج ہم لاکھوں کی جائداد کے مالک ہیں
> یہ سب جوے نے ہمیں دیا۔ جوا میرا وہ کاروبار ہے
> جس میں مجھے کبھی گھاٹا نہیں ہوسکتا۔ میں سب کچھ
> تمہارے لیے کر رہا ہوں۔ تاکہ تم خوش رہو یہ کہہ کر وہ
> جمیلہ کے ہونٹ بند کر دیتا تھا۔'' ۱۸

اس کے بعد کہانی ایک نیا موڑ لیتی ہے۔ سلیم کا غرور خاک میں مل جاتا ہے۔ ایک شام کو جب وہ انور کے ساتھ جوا کھیلنے لگا تو وہ برابر ہارتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا اور جب کچھ نہ بچا تو سلیم نے اپنی بیوی جمیلہ کو بھی داؤ پر لگا دیا۔ جب جمیلہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ یہ صدمہ برداشت نہ کرسکی اور دل کا دورہ پڑنے سے اُس کا انتقال ہوگیا۔ اور سلیم اپنے کیے پر پچھتانے لگا۔

افسانہ ''آخری داؤ'' صرف کردار نگاری کے لحاظ سے ہی نہیں بل کہ زبان و بیان کے اعتبار سے بھی کامیاب ہے۔ متذکرہ افسانے سے اس بات کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ فاروق رینزو سماجی حقیقتوں پر کتنی گہری نظر رکھتے ہیں۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پاگل آندھی

''پاگل آندھی'' طنزیہ افسانہ ہے جو صرف دو کرداروں کے گرد گھومتا ہے۔ فیاض کہانی کا مرکزی کردار ہے۔ ایک دن بس میں سفر کرتے وقت فیاض کی ملاقات یاسمین سے ہوتی ہے۔ وہ یاسمین کے ساتھ نہایت ہی حلیمی سے بات کرتا ہے۔ فیاض کا لب ولہجہ اس قدر شائستہ تھا کہ یاسمین کو اُس کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی۔ وہ سمجھتی ہے کہ جیسے اُسے اپنا بھائی مل گیا ہو۔ آخر کار دونوں میں بھائی بہن کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے گھر آنے جانے کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے۔ یاسمین اب فیاض پر حد سے زیادہ بھروسہ کرنے لگتی ہے۔ ایک دن جب وہ فیاض کو ملنے اُس کے گھر جاتی ہے لیکن تیز آندھی اور طوفان کی وجہ سے وہ رات وہیں گذارنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ فیاض جسے یاسمین اپنا بھائی سمجھتی تھی رات کو اُس کی شیطانیت دیکھ کر اُس کا بھروسہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

> ''اُس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ فیاض ایسی شرمناک
> حرکت کرے گا۔ آج اس کی عزت اُس کے بھائی نے
> لوٹ لی تھی۔ کیا کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے جب اپنے
> بھائی بھروسے کے لائق نہیں تو کسی پر بھروسہ کیا
> جائے۔'' 19

یاسمین بہت چلائی لیکن تیز آندھی نے اُس کی آواز کو دور تک جانے نہ دیا۔ فیاض جب صبح اُٹھا تو کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ تیز چلنے والی آندھی نے بجلی کی تاروں کو کھڑکی پر گرا دیا۔ اُس کے ہاتھوں نے ننگی تاروں کو چھو لیا۔ فیاض کی لاش کھڑکی پر جھولنے لگی۔ یاسمین دوڑتی ہوئی فیاض کے پاس گئی اس نے بھی بغیر سوچے سمجھے تار کو چھو لیا اور چند لمحوں کے بعد دوسری لاش بھی کھڑکی پر جھولنے لگی۔ یہاں افسانہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

زبان و بیان کے اعتبار سے یہ ایک اچھا افسانہ ہے۔ پلاٹ مربوط ہے۔ مصنف نے ایک پیغام انسانیت تک پہنچانے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں سب کچھ ظاہر ہوگیا ہے یعنی سامنے آگیا ہے۔ فکری نظام کی ورزش کے لیے کوئی کام بقایا نہیں رہتا جو کہ فنی اعتبار سے لازم ہے۔

بکتی محبت

جیسا کہ عنوان سے ہی ظاہر ہے ''بکتی محبت'' رومانوی طرز پر لکھا گیا افسانہ ہے۔ اس میں مصنف نے ایک طویل عرصہ گذرنے کے بعد بھی ایک عاشق کو اپنی محبوبہ کا متلاشی دکھایا ہے۔ افسانے کا پلاٹ مربوط ہے اور ہر کردار کی بروقت آمد سے کہیں بھی جھول نظر نہیں آتا۔

حفیظ جو افسانے کا مرکزی کردار ہے۔ اپنے دوست کی وطن واپسی پر بہت خوش ہے۔ اُس کا دوست پانچ سال کی طویل مدت کے بعد جب وطن واپس آتا ہے تو وہ حفیظ سے اپنی محبوبہ کے بارے میں دریافت کرنے لگتا ہے۔ جس کی خاطر وہ حصول تعلیم کے لیے گیا تھا۔ پہلے تو حفیظ خاموش رہا لیکن اپنے دوست کے اصرار پر وہ اُسے اُس جونپڑی کی طرف لے گیا جہاں ایک تاریک کمرے میں اس کی محبوبہ پڑی ہوئی ہے۔ اور ساتھ میں ایک لاغر نوجوان چارپائی پر بیٹھا ہوتا ہے۔ حفیظ کے دوست نے اس کے غرور کو خاک میں ملتے دیکھا اُسے وہ وقت یاد آنے لگا جب اُس نے طالب علمی کے زمانے میں اس تاریک جھونپڑی میں بیٹھی عورت سے اظہار محبت کیا تھا۔ تو بدلے میں یہ جواب سُن کر بہت پریشان ہوا تھا کہ مجھے دولت چاہیے تم اپنے پرانے کپڑوں کی حالت تو دیکھو۔ حفیظ کے دوست کی آنکھوں سے آنسوں رواں تھے وہ کہہ رہا تھا آج میرے پاس سب کچھ ہے لیکن میری محبت مجھے نہ مل سکی۔

متذکرہ افسانہ زندگی کے پیچ و تاب پر مبنی ہے کہ انسان خواب دیکھتا ہے لیکن آنکھ کھلنے کے بعد وہ نظر نہیں آتے۔ اور ساتھ ہی اس حقیقت کی بھی عکاسی ہوتی ہے کہ وقت ہمیشہ یکساں نہیں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

رہتا۔ زبان وبیان کے اعتبار سے بھی یہ ایک عمدہ افسانہ ہے۔

افسانے کی ابتدا میں جو منظر پیش کیا گیا ہے وہ قاری کی دلچسپی کا سبب بنتا ہے۔ منظر نگاری کی یہی خصوصیت فاروق رینزوکو دوسرے افسانہ نگاروں سے ممتاز کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو افسانے میں منظر نگاری کی ایک جھلکی۔

> ''حفیظ نے کار کی رفتار تیز کردی ہے چند لمحوں کے بعد
> یہ کار مجھے تمہارے پاس پہنچا دے گی۔ میرا دل زور
> زور سے دھڑک رہا ہے پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے
> قطرے پھوٹ رہے ہیں۔'' ۲۰

نیا جنم

''نیا جنم'' کو بھی ہم اصلاحی افسانے کے زمرے میں رکھ سکتے ہیں۔ مصنف نے اپنے اکثر افسانوں کی طرح اس افسانے میں بھی زنا کاری جیسی بدعت سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

سیٹھ انور جو کہانی کا مرکزی کردار ہے نہایت ہی دولت مند اور خوشحال ہے لیکن اس کی کروڑوں کی جائداد کا کوئی وارث نہیں۔ سیٹھ نے اپنی بیوی یاسمین کا بہت علاج کروایا، منتیں مانیں، چڑاوے چڑھائے لیکن کوئی بار آور نتیجہ نہ نکلا۔ ایک دن اُسے اپنی جوانی کا وہ وقت یاد آیا جب اُس نے رضیہ کے ساتھ غلط کیا تھا شاید یہ اُسی گناہ کی سزا مل رہی ہے۔ وہ دوڑتا ہوا ایک قبرستان میں رضیہ کی قبر پر گیا اُس نے وہاں معافی مانگی اور چند دنوں بعد ڈاکٹر نے یہ خوشخبری سنائی کہ اس کی بیوی ماں بننے والی ہے۔ سیٹھ عمران خوشی سے جھومنے لگا اُس نے ساری حویلی کو دُلہن کی طرح سجایا۔

یہاں افسانے میں تذبذب کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور قاری کے ذہن پر کئی سوال اُبھرنے لگتے ہیں۔ جب سیٹھ انور منتوں سے مانگے ہوئے بچے کا گلہ دبانے کے لیے لپکتا ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سیٹھ انور کے الفاظ کو مصنف نے یوں قلم بند کیا ہے۔

''یاسمین یہ وہی ہے۔ ہاں بالکل وہی اس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا۔ پہلے اس کو رضیہ نے جنم دیا میں نے رضیہ سے شادی کا وعدہ کیا تھا اور شادی سے پہلے ہم نے میاں بیوی کے تعلقات قائم کیے تھے۔ جب رضیہ نے اس بچے کو جنم دیا تو مجھے اپنے خاندان کے وقار کا خیال آیا تو میں نے رضیہ کے سامنے اس کو قتل کیا۔ اور رات کے اندھیرے میں ایک قبرستان میں دفن کیا۔''[۲۱]

سیٹھ انور نے ہڑبڑاہٹ کے عالم میں سب کچھ سچ بتا دیا۔ وہ بوکھلا گیا تھا اُس نے بچے کا گلہ گھونٹ دیا۔ اتنے میں پولیس کو خبر ہوتی ہے سیٹھ انور کو دو بچوں کے قتل کے الزام میں گرفتار کرلیا جاتا ہے۔

کردار نگاری کے حوالے سے ''نیا جنم'' ایک عمدہ افسانہ ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار سیٹھ انور ہے۔ اور باقی تمام کردار رضیہ، بلقیس، یاسمین اور معصوم بچہ ثانوی کردار ہیں جو کہانی کو آگے بڑھانے میں مدد کرتے ہیں۔ کہانی پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ فاروق رینزو سماجی مسائل پر کتنی گہری نظر رکھتے ہیں۔

آواز کا سایہ

''آواز کا سایہ'' بھی ایک عمدہ افسانہ ہے۔ اس میں سلیم نام کے ایک ایسے نوجوان کی کہانی پیش کی گئی ہے جو دولت حاصل کرنے کی جستجو میں بُری عادتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے والدین

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کا نافرمان ہے اُس کی نگاہیں اگر کچھ دیکھ سکتی ہیں تو وہ پیسہ ہے۔خوف خدا نام کی کوئی چیز اُس کے دل میں نہیں رہتی وہ شراب پیتا ہے۔زنا کرتا ہے۔اس کے خیال میں زنا کرنا کوئی غلط کام نہیں کیوں کہ وہ ہر لڑکی کو اس کے عوض قیمت دیتا ہے۔

جب رضیہ کو اُس نے زبردستی اپنی ہوس کا شکار بنایا تو اُس نے خودکشی کرلی۔سلیم اپنے آپ کو یوں تسلی دے دیتا ہے۔

> ''رضیہ نے خودکشی کی تو یہ اس کی بے وقوفی ہے میں نے اس کی عزت کی قیمت ہزاروں میں دی تھی۔جب دلشاد، آمنہ، کامنی فریدہ، للّی وغیرہ کی عزت میرے پیسے پر پلتی ہے تو رضیہ ایسا کیوں نہیں کرسکتی بوسیدہ جھونپڑوں میں عزت ہو یا نہ ہو ایک ہی بات ہے۔''۲۲

سلیم کی روح سے آنے والی آواز اُسے رضیہ کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرا رہی تھی۔سلیم کو اچانک اپنی بیٹی کا خیال آیا جب اُس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو اس کی بیٹی اور ایک نوجوان برہنہ ایک دوسرے کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے۔سلیم یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن بے بس تھا دوسرے دن اُسے خبر ملتی ہے کہ اس کی بیٹی سویٹی دس لاکھ کا زیور چرا کر کسی نیچ ذات کے لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی۔ اسی اثناء میں لندن سے ٹیلی گرام آتا ہے کہ سلیم کا بیٹا ایک کار حادثے میں مارا گیا۔اُس نے بہت شراب پی رکھی تھی۔سلیم اپنے کیے ہوئے گناہوں کو یاد کر رہا تھا اور پچھتا رہا تھا۔

سلیم کا عبرت ناک انجام قاری کے لیے ایک نصیحت آموز سبق ہے۔''آواز کا سایہ'' پلاٹ، کردار نگاری اور زبان و بیان کے اعتبار سے ایک بہترین افسانہ ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اندھیرا

فاروق رینزو شاہ کا ایک رومانی افسانہ ہے جس میں دو (۲) محبت کرنے والے دلوں کی جدائی کے وقت کا ایک سین پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ مصنف نے اپنے بیشتر افسانے اسی طرز پر لکھے ہیں۔ لیکن واقعات اور کرداروں کا انتخاب اس قدر جداگانہ ہے کہ قاری مسلسل ہر واقعہ اور ہر کہانی کے بعد کچھ اور جاننے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

افسانے کا پلاٹ کچھ یوں ہے۔ احمد اُلفت سے بے پناہ محبت کرتا ہے وہ بھی اُسے چاہنے لگتی ہے۔ لیکن اُلفت کے ماں باپ نے بچپن میں ہی اس کی منگنی کہیں اور کر دی ہوتی ہے۔ احمد اس حقیقت سے آشنا ہے وہ اپنی محبت کا انجام شادی نہیں قربانی طے کرتا ہے۔ وقت گذرتا جاتا ہے۔ اُلفت کے گھر اس کی شادی کی تیاریاں ہونے لگتی ہیں۔ اُلفت بے بسی کے عالم میں بہت سوچتی ہے۔ لیکن والدین کے کیے گئے فیصلے پر خاموشی سے سرخم کر دیتی ہے۔ جب وہ اپنی شادی کا پیغام احمد کے ہاتھ میں تھماتی ہے تو احمد کا دانشمندانہ جواب واقعی اُس کی بے پناہ محبت کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ احمد کہتا ہے۔

> ''اُلفت تمہارے لب کیوں تھرتھرا رہے ہیں۔ آنکھیں کیوں بھیگ رہی ہیں۔ تمہیں خوش حال زندگی بنانے جانا ہے۔ اس لیے مسکراتی ہوئی چلی جاوَ۔ تمہیں میری اور میری مقدس محبت کی قسم ہمیشہ مسکرانا۔ جاوَ خدا حافظ۔'' ۲۳

متذکرہ افسانے میں زندگی کے ایک حسین پہلو یعنی محبت کو احمد کے روپ میں پوری صداقت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ احمد اور اُلفت کے درمیان جو مکالمے ادا ہوئے ہیں ان میں لفظوں کی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اہمیت مسلم ہے۔افسانے کا پلاٹ اگر چہ مربوط نہیں لیکن کرداروں کی ذہنی خاصیت پر زیادہ دھیان دیا گیا ہے۔جس سے افسانے کی جاذبیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

فاروق رینزو شاہ کہانی کے ماحول کو سحر زدہ کرنے کے لیے ابتدا سے ہی تجسّس کے عنصر کو تیز کرتے چلے جاتے ہیں۔یہی ان کے افسانوں کی بڑی خصوصیت ہے۔

☆☆☆

حوالہ جات

۱..فاروق رینزو، سکون مشمولہ ''ڈوبتے کنارے'' ۔ص۔۱۱

۲..فاروق رینزو، سکون مشمولہ ''ڈوبتے کنارے''۔ص۔۱۳

۳..فاروق رینزو، ''کفن کی قیمت''مشمولہ ''ڈوبتے کنارے''۔ص۔۲۲

۴..فاروق رینزو، بھاگتے لمحے، مشمولہ ڈوبتے کنارے۔ص۔۳۰

۵..فاروق رینزو، ''کتا بھونکتا ہے''انسانوں سے معازرت کے ساتھ مشمولہ ''ڈوبتے کنارے۔ص۔۳۵

۶..فاروق رینزو''کتا بھونکتا ہے''انسانوں سے معازرت کے ساتھ مشمولہ ''ڈوبتے کنارے۔ص۔۳۸

۷..فاروق رینزو''کتا بھونکتا ہے''انسانوں سے معازرت کے ساتھ مشمولہ ''ڈوبتے کنارے۔ص۔۳۹

۸..فاروق رینزو، اندھیری رات، مشمولہ ''ڈوبتے کنارے''۔ص۔ ۴۲

۹..فاروق رینزو، ''اندھیری رات''مشمولہ ''ڈوبتے کنارے''۔ص۔۴۴

۱۰..فاروق رینزو، ''ڈوبتے کنارے''مشمولہ ''ڈوبتے کنارے''۔ص۔۴۸

۱۱..فاروق رینزو، ''راکھ''، مشمولہ ''ڈوبتے کنارے''۔ص۔۶۵

۱۲..فاروق رینزو، ''سجدہ''مشمولہ ''ڈوبتے کنارے''ص۔۶۹

۱۳..فاروق رینزو، ''شیطان کے پجاری''مشمولہ ''ڈوبتے کنارے''ص۔۷۵

۱۴..فاروق رینزو، ''حادثہ''مشمولہ ''ڈوبتے کنارے، ص۔۸۲

۱۵..فاروق رینزو، ''اس کی ننگی لاش''مشمولہ ''ڈوبتے کنارے''ص۔۸۹

۱۶..فاروق رینزو، ''جانوروں کی بستی''مشمولہ ''ڈوبتے کنارے''ص۔۹۱

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۱۷..فاروق رینزو، ''سگی بہن'' مشمولہ ''ڈوبتے کنارے'' ص۔۹۹

۱۸..فاروق رینزو، ''عورت'' مشمولہ ''ڈوبتے کنارے'' ص۔۱۰۸

۱۹..فاروق رینزو، '' آخری داؤ'' مشمولہ ''ڈوبتے کنارے، ص۔۱۱۱

۲۰..فاروق رینزو، ''پاگل آندھی'' مشمولہ ''ڈوبتے کنارے'' ص۔۱۱۶

۲۱..فاروق رینزو، ''بکتی محبت'' مشمولہ ''ڈوبتے کنارے'' ص۔۱۱۹

۲۲..فاروق رینزو، ''نیا جنم'' مشمولہ ''ڈوبتے کنارے'' ص۔۱۲۵

۲۳..فاروق رینزو، '' آواز کا سایہ'' مشمولہ ''ڈوبتے کنارے'' ص۔۱۲۸

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزو شاہ کی
افسانہ نگاری

گرتی بلندیاں کی روشنی میں

''گرتی بلندیاں'' خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کا دوسرا افسانوی مجموعہ ہے۔اس مجموعے کو ۱۹۸۵ء میں ایمنسٹی انٹرنیشل کلب برانچ سرینگر نے شائع کیا۔۱۲۳ صفحات پر مشتمل اس افسانوی مجموعے کو فاروق رینزو شاہ نے اپنی چار پیاری بہنوں کے نام کیا ہے۔بیگم شیخ عبداللہ کا پیغام مجموعے کے پہلے صفحے پر شائع ہوا ہے۔جس میں وہ رقم طراز ہیں۔

''فاروق رینزو کو میں اپنے بیٹے کی طرح چاہتی ہوں۔
میری ہمیشہ یہ دعا رہی ہے کہ یہ نوجوان دنیائے ادب
میں اپنے فن کو روشن رکھے۔''

یہ مجموعہ سترہ افسانوں پر مشتمل ہے۔جس کی ترتیب حسبِ ذیل ہے۔

۱۔	بجھتی شمع	ص۸ تا ۲۰
۲۔	یہ غلامی کب تک	ص۲۱ تا ۲۵
۳۔	گرتی بلندیاں	ص۲۶ تا ۳۸
۴۔	آنکھ کا سورج	ص۳۹ تا ۴۲
۵۔	گوشت کے داغ	ص۴۳ تا ۵۱
۶۔	سرسراہٹ کفن کی	ص۵۲ تا ۵۶

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۷۔ دردکاغرور ص۵۷تا۶۱

۸۔ پرچھائیوں کاشہر ص۶۲تا۶۶

۹۔ گناہ اور گناہ ص۶۷تا۷۲

۱۰۔ پگھلتے سہارے ص۷۳تا۷۷

۱۱۔ اور ٹیلی ویژن مسکرایا ص۷۸تا۸۶

۱۲۔ میرادوسراجنازہ ص۸۷تا۹۲

۱۳۔ پولیٹکس ص۹۳تا۹۹

۱۴۔ زہریلی مسکراہٹ جہلم کی ص۱۰۰تا۱۰۳

۱۵۔ تپتے پتھر ص۱۰۴تا۱۰۹

۱۶۔ زخم مسکراتے ہیں ص۱۱۰تا۱۱۸

۱۷۔ آخری سہراب ص۱۱۹تا۱۲۳

متذکرہ افسانوں کا تنقیدی جائزہ آنے والے صفحات میں دیا جائے گا۔

بجھتی شمع

بجھتی شمع اس مجموعے کا پہلا افسانہ ہے۔ جس میں شروع سے آخر تک ایک بے نام سی اذیت کا احساس ملتا ہے۔ ایک ایسا درد جو اگر چہ سارے معاشرے کا درد ہے مگر اس کا ادراک کسی کو بھی نہیں۔ کہانی کا آغاز ہی ایک ایسے جملے کے ساتھ ہوتا ہے ''رحیم بُری طرح ہانپ رہا تھا''[۱]۔ جہاں قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ اُس کے ساتھ کوئی حادثہ ہوا ہے۔ دو چار سطور کے بعد قاری کا قیاس یقین میں تبدیل ہونا شروع ہوتا ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار رحیم جو بے ساختہ بھاگتا ہوا بغیر کچھ بتائے مسجد سے اذان کی آواز سن کر رُک جاتا ہے۔ اور ایسے کلمات ادا کر کے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

قاری کو اُس کے ساتھ ہوئے سانحے کو جاننے کے لئے بیتاب کر دیتا ہے۔

"نہیں خاموش ہو جاؤ بند کر دو یہ آواز اللہ کی برائی کے
گیت ایسی فضا میں اچھے نہیں لگتے۔ جو جھوٹ، گناہ،
مکاری اور گندگی کی بدبو سے لبریز ہو چکی ہو یہ تم چیخ چیخ
کر نیلام گھر میں اللہ کو نیلام کرنے کی آوازیں دے
رہے ہو۔"[۱]

یہاں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کہانی کا یہ کردار یعنی رحیم معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعنوانیوں اور انسانیت کے ساتھ ناروا سلوک پر غمناک ہے۔ یہاں افسانے میں ایک ڈرامائی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب ایک بزرگ رحیم کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ برابر تلخ باتیں کرتا رہتا ہے۔

"شیطان جب فرشتے کا لبادہ پہن کر آئے تو اُس کے
مُنہ سے نکلی بات مقدس نہیں بن سکتی یہ آواز بھی دراصل
شیطان کی وہ چیخ ہے جو لوگوں کو سچائی کی لاش پر جنازہ
پڑھنے کے لئے پکار رہی ہے"۔ رحیم نے اُس بُزرگ کو
جواب دیا۔"[۲]

مزید جب بات آگے بڑھتی ہے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ رحیم کے سینے کے ساتھ چمٹا ہوا بچہ لکشمی دیوی کی امانت ہے۔ جس نے مرتے وقت اُس بچے کو رحیم کے سپرد کر کے اپنی روداد سنائی تھی۔ لکشمی نے مرتے وقت کہا تھا سردار مہر سنگھ نے اُس کے ساتھ شادی کا دھوکہ کر کے اِس معصوم بچے کو اور اُسے مرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جب رحیم لکشمی سے کیا ہوا وعدہ نبھانے کے لئے نکلتا ہے تو وہ سردار مہر سنگھ کا ایک گھناونا روپ دیکھتا ہے جو دراصل اُس مسجد میں مولانا امیر الدین کی شکل میں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

لوگوں کو تبلیغ کر رہا ہوتا ہے جہاں سے اذان کی آواز آ رہی تھی۔ رحیم لوگوں کو سچائی بتانے کی کوشش کرتا ہے وہ امیر الدین کو بے نقاب کرنا چاہتا ہے۔ وہ اکیلا ہے تمام لوگ اُسے کافر کا فتویٰ صادر کر کے مارنے لگتے ہیں لکشمی کی امانت یعنی وہ بچہ بھگوان داس اُس کے بغل سے چھوٹ جاتا ہے۔ اور رحیم دم توڑ دیتا ہے۔

کہانی کے عنوان سے مراد کچھ ایسی قدریں ہیں جو شیشے کی طرح نازک ہیں جن کے تحفظ کے لئے کسی مسیحا کی تلاش ہے لیکن ہمارے سماج کا المیہ یہ ہے کہ یہاں رہبر ہی رہزن ہے۔ رحیم جو کہانی کا مرکزی کردار ہے وہ ان انسان صورت درندوں کو دیکھ کر ذہنی تناؤ (Frustration) کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کہانی میں رحیم کی صورت میں سیکولریزم (Secularism) کی ایسی مثال پیش کی گئی ہے جو لکشمی دیوی کو انصاف دلانے کی خاطر سماج سے لڑتا ہے۔ اور اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ تمام واقعات کہانی کے پلاٹ کو ترقی کی طرف لے جاتے ہیں۔ یعنی یہاں آغاز ہے، ارتقاء ہے، اختتام ہے۔ تمام کردار کہانی کے مرکزی کردار رحیم کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں جس میں لکشمی، بوڑھی ماں، بھگوان داس اور سردار مہر سنگھ شامل ہیں۔ ہر کردار کی زبان سے نکلنے والا لفظ برمحل اور مناسب دکھائی دیتا ہے۔ اس طرح قاری کی تمام تر توجہ مرکزی کردار پر مرکوز رہتی ہے۔ کہانی کا خاکہ تیار کرنے اور برمحل مکالمے ادا کروانے میں فاروق رینزو کامیاب نظر آتے ہیں۔

یہ غلامی کب تک

یہ افسانہ بھی اصلاحی افسانے کے زمرے میں آتا ہے۔ افسانہ نگار نے اس افسانے کے ذریعے یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ انسان دولت حاصل کرنے کی جستجو میں رشتوں کے تقدس کو بھی پامال کر دیتا ہے۔ افسانہ نگار نے غلامی کو علامتی پیرائے میں استعمال کرتے ہوئے ساری دنیا کے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

انسانوں کو فطرتاً ایک جیسا بتایا ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ افسانہ نگار اس آپا دھاپی کے دور سے تنگ آ کر عرصے سے چین کی نیند نہیں سویا ہے۔ کھل کر ہنسنا تو دور کی بات ہے۔ اسے زیرِ لب تبسم بھی میسّر نہیں۔ اس بات کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

> ''بزدل غلام چاروں طرف نظر آ رہے تھے وہ سڑکوں پر آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ تاکہ ان کے مالک قدموں کی چھاپ سے پریشان نہ ہوں۔ لیکن میرا سر اُن کے قدموں میں بندھی آہنی زنجیروں کے ٹکرانے کی آواز سُن کر پھٹا جا رہا تھا۔''[۳]

کہانی کا پلاٹ اس طرح ہے۔ افسانہ نگار لوگوں کو سکون کی تلاش میں بھٹکتے دیکھ کر سوچنے لگتا ہے۔ وہ ہر آدمی کو مصیبتوں میں مبتلا دیکھ کر یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ حقیقی سکون دولت کی غلامی میں نہیں بل کہ آخرت کی طرف دھیان دینے میں ہے۔ زبان و بیان کے لحاظ سے یہ ایک دلچسپ افسانہ ہے تشبیہات، استعارات اور الفاظ کا برمحل استعمال افسانے کی جاذبیت میں مزید اضافہ کا سبب بنتے ہیں۔ کردار اگرچہ گمنام ہیں لیکن وہ تصویر کشی ہمارے حقیقی معاشرے اور سماج ہی کی کرتے ہیں۔ گویا فاروق رینزو سماج میں پھیلی ہوئی بُرائیوں کے نباض بھی ہیں۔

گرتی بلندیاں

گرتی بلندیاں اس مجموعے کا عنوان بھی ہے جس میں افسانہ نگار نے طنزیہ لب ولہجہ استعمال کر کے ایک پُر درد واقع پیش کیا ہے۔ افسانے میں زنا کاری سے پیدا ہونے والے بچے کے باپ کو تلاش کرتی ہوئی ایک ماں کے کرب کا بیان بھی ملتا ہے۔ ایک ایسا دل دوز منظر پیش کیا گیا ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جب ایک غریب کی بیٹی سنسان جگہ پر زبردستی ہوس کا شکار بنالی جاتی ہے۔ مصنف نے کہانی کی ابتداء میں ہی امیر طبقہ پر طنز کا تیر یوں پھینکا ہے۔

> ''ناظرین گورنمنٹ ہاسپٹل کے وارڈ نمبر ۱۳ میں ایک بوڑھی مریضہ کی حالت بہت نازک ہے۔ عجیب مصیبت ہے جب بھی ٹیلی ویژن پر کوئی اچھا پروگرام چل رہا ہوتا ہے کسی مریض کو خون کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ سارا مزہ کر کرا کر دیتے ہیں یہ لوگ۔ بشیر احمد نے ناک بھوں چڑھا کر کہا''۔

''گرتی بلندیاں'' ایک بوڑھی عورت کی کہانی ہے جو ہاسپٹل میں بستر مرگ پر آخری سانسیں لے رہی ہے۔ اُسے ساری عمر بچے کی تڑپ اور زنا کاری کا درد ستاتا رہا۔ لیکن وہ آج اپنے بچے کو دیکھنے کے لئے بیتاب ہے۔ ڈاکٹر فیاض اُسے یہ یقین اور بھروسہ دلاتا ہے کہ وہ اُس کے بیٹے کو ضرور ڈھونڈ لائے گا۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اعلان کروایا جاتا ہے کہ ایک بوڑھی عورت اپنی لاکھوں کی جایئداد اپنے بیٹے کے نام کر کے مرنا چاہتی ہے۔ یہاں کہانی ایک ڈرامائی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ دولت کا نام سنتے ہی بشیر احمد، رحمانہ، ہاشم راٹھور، یوسف خان اور دھرم پال سنگھ ہاسپٹل پہنچ جاتے ہیں اور سب کے سب اُس کے بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر فیاض اس سارے ماجرے سے پریشان ہو کر ایس پی، ملہوترہ کو بلاتا ہے اور آخر کار فیصلہ ہوتا ہے رحمانہ ہی اُس بڑھیا کا اصلی بیٹا ہے۔ جسے ہوس کی آگ نے ماں باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیم بنا ڈالا۔ مرنے سے قبل اُس بوڑھی عورت نے اپنے بیٹے کے ہاتھوں میں ایک لاکٹ تھما دیا جس میں اس کے باپ کی تصویر ہوتی ہے۔ رحمانہ کے ہاتھوں سے لاکٹ زمین پر گرتا ہے اُس میں لگی ہوئی تصویر کسی اور کی نہیں بل کہ ایس پی ملہوترہ کی ہوتی ہے۔ یہاں قاری ایک رہبر کو رہزن کے روپ میں دیکھتا ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کردار نگاری کے لحاظ سے یہ ایک اچھا افسانہ ہے۔اس میں چند گنے چنے کردار ہیں۔زبان ماحول کے مطابق استعمال کی گئی ہے۔افسانے کا اسلوب نگارش کافی دلچسپ ہے جس میں تمام فنی لوازمات رچے بسے ہوئے ہیں۔

آنکھ کا سورج

یہ ایک علامتی افسانہ ہے۔جس میں سورج اور اندھیرے کو علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، افسانے کو پڑھ کر قاری کسی الجھن کا شکار تو نہیں ہوتا لیکن ایک عجیب قسم کی کیفیت سے دوچار ضرور ہوتا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف سکون کی تلاش میں سرگرداں پھیر رہا ہے لیکن ظلمات کی وادی میں کوئی اُمید کی کرن نظر نہیں آتی۔

''آنکھ کا سورج'' میں ہمارے سماج کے کمزور طبقے یعنی نچلے طبقے کی زندگی کو علامتی پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔مصنف نے یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ غریب لوگ امیر اور جاگیردارانہ طبقے کی ہر بات سہہ تو لیتے ہیں لیکن ظلم کے خلاف آواز نہیں اُٹھاتے۔افسانہ نگار نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں مظلوم لوگوں کی ترجمانی کی ہے۔افسانہ ختم ہوتے ہی قاری کے ذہن کو ظالم لوگوں کے خلاف صف بستہ ہونے کے لئے مکمل طور اُکتاتا ہے۔

متذکرہ افسانے میں پلاٹ کی تشکیل فنی مہارت سے کی گئی ہے، یوں تو افسانے میں کوئی مربوط پلاٹ نظر نہیں آتا لیکن قاری افسانے کو پڑھتا ہے۔ذہن میں خود بخود پلاٹ تشکیل پاتا ہے۔فاروق رینزو کے تخلیق کردہ علامتی کردار حق اور انصاف کے متلاشی نظر آتے ہیں۔ افسانے کی زبان صاف سادہ اور پرکشش ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

گوشت کے داغ

''گوشت کے داغ'' فاروق رینز وشاہ کا ایک اور توجہ طلب افسانہ ہے جس میں مصنف نے ایک عورت کی جنسی خواہشات کو اُبھارا ہے۔ ساتھ ہی ایک طوائف کی عبرت ناک تصویر بھی پیش کی ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار رخسانہ ہے جو ایک طوائف کے روپ میں سامنے آتی ہے۔ ایک وقت تھا جب وہ جوان تھی۔ ہر کوئی منہ مانگی رقم ادا کرنے کو تیار تھا۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا جوانی ڈھلتی گئی اور پھر ایک وقت ایسا آیا جب وہ دس روپے کے عوض اپنا جسم بیچنے کو تیار ہو جاتی ہے۔

ایک دن رخسانہ اپنے جسم پر پڑے ہوئے کالے دھبوں کا علاج کروانے ڈاکٹر کے پاس جاتی ہے وہاں بیٹھے ہوئے مریض اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن جب اُس کی نظر ڈاکٹر پر پڑی تو اُسے تسلی ہوئی کہ جوانی میں وہ ڈاکٹر کی منظورِ نظر تھی۔ لیکن آج رُخسانہ کے جسم پر کالے دھبے دیکھ کر ڈاکٹر نے بھی اپنی نگاہیں پھیر لیں۔ دوسری جانب عائشہ جو جسموں کا دھندہ چلاتی تھی نے بھی رُخسانہ کو دھمکی دے رکھی تھی کہ اگر وہ ٹھیک نہ ہوئی تو اُسے اڈے سے باہر نکال دیا جائے گا۔ رخسانہ ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتی ہے اور دوائیاں خریدنے کی غرض سے دس روپے کے عوض اپنا جسم بیچنے کیلئے تیار ہو جاتی ہے۔

یہاں قاری کہانی کے ایک دوسرے رُخ سے متعارف ہوتا ہے۔ جب پولیس کو اس بات کا علم ہوا کہ یہ دھندہ قانون کی خلاف ورزی ہے تو پولیس انسپکٹر کبھی رخسانہ کبھی دلشادہ اور کبھی رضیہ کے جسموں کی رشوت پا کر خاموش ہو جاتا۔ جب افسانہ ارتقاء پر پہنچتا ہے تو قاری کو رخسانہ سے نفرت نہیں بل کہ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ رخسانہ کے طوائف بننے کے واقع سے متعارف ہوتا ہے۔ رخسانہ پہلی بار بیمار باپ کی دوائیوں کیلئے دوسو روپے کے عوض ایک شریف زادے کے ہوس کا شکار بنی تھی۔ مصنف نے ان حالات کو یوں قلمبند کیا ہے۔

''باپ کا سہارا چھن جانے کے بعد رخسانہ کا جسم روٹی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کے ٹکڑوں کے خاطر بکتا رہا۔ وہ دن بھر لال چوک اور
ریگل چوک پر آوارہ گاہکوں کی تلاش میں گھومتی رہی۔
ہر دن اسے ایک نیا گاہک ملتا اور اس کے پیٹ کا خرچہ
نکل جاتا"۔۵

فاروق رینزو شاہ نے اس افسانے میں ایک طرف طوائف کو طنز کا نشانہ بنایا ہے تو دوسری طرف عورت کو ہی عورت کے نام پر دھبہ دکھایا ہے۔ افسانہ موضوع کے لحاظ سے پُر معنیٰ ہے۔ ڈرامائی کیفیت سے بھر پور اس افسانے کی زبان صاف اور رواں ہے۔ اسلوب نگارش بھی کافی نکھرا ہوا ہے۔

سر سراہٹ کفن کی

"سر سراہٹ کفن کی" بھی ایک علامتی افسانہ ہے۔ جس میں انہوں نے معاشرے میں ہونے والے گناہوں کو اس انداز سے پیش کیا ہے۔ کہ قاری اگر خود بھی اپنی سوچ سے فرار حاصل کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ افسانہ نگار نے ایک خواب کا منظر پیش کیا ہے۔ جس میں تین مختلف وارداتوں کو علامتی پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ مصنف نے بڑی ذہانت کے ساتھ موضوع کا انتخاب کیا ہے اور عین موضوع کے مطابق ہی کردار اُبھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

متذکرہ افسانے میں مصنف نے ایک قبرستان کا منظر پیش کیا ہے۔ جہاں مُردے قبروں سے اُٹھ کر زندہ لوگوں کا پیچھا کر رہے ہوتے ہیں۔ دہشت اور خوف کی وجہ سے لوگ بھاگ رہے ہیں۔ مردوں کی چیخ وپکار اور کچھ واضح آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

سب سے پہلے ایک عورت کی آواز آتی ہے جس کو ماڈرنزم کے نام پر قتل ہونا پڑا۔ جو اپنے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

شوہر کی کسوٹی پر کھری نہ اُتر سکی یا یوں کہیئے کہ چراغ محفل نہ بن سکی۔ اول تو دولت کی لالچ میں باپ کا قتل دیکھا اور پھر خود بھی شوہر کے ہاتھوں دارِ فانی سے کوچ کر گئی یہ آواز چیخ چیخ کر اپنے قاتلوں سے کہہ رہی تھی جسے مصنف نے یوں قلم بند کیا ہے۔

''تم سے کہہ رہی ہوں تم سے۔ بزدل آج تم سوچتے ہو کہیں یہ ڈھانچہ تمہاری ماں کا تو نہیں ۔ بیٹی کا تو نہیں لیکن اُس وقت جب تم میرے جسم کی پوجا کرتے تھے تو تمہیں میرے جوان ننگے جسم میں اپنی ماں ، بہن یا بیٹی نظر کیوں نہیں آتی تھی۔ کیوں نہیں؟'' ۶

اس کے بعد ایک شہید کی آواز آتی ہے جس کا جسم آزادی کی لڑائی میں گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا تھا۔ جس وطن کے لئے اُس نے اپنی جان کی قربانی دی تھی اس کے لیڈر غریبوں کا خون چوس رہے ہیں۔ اور قوم آزاد ہوتے ہوئے بھی غلام ہے۔ اس کا منظر مصنف شہید کی زبان سے یوں پیش کرتے ہیں۔

''میں نے اپنے لیڈر کی طرف دیکھا۔ وہ سب سے نظریں چُرا کر بھاگ رہا تھا۔ اور ہم سب اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ کانوں میں انگلیاں ٹھونسے لیکن پھر بھی ہم مردے کی آواز صاف سُن رہے تھے۔'' ۷

فاروق رینزو شاہ نے افسانے میں معاشرتی نظام کو بھی طنز کا نشانہ بنایا ہے کیونکہ قبروں سے آنے والی تمام آوازیں اپنے ماضی کو یاد کر کے اپنے قاتلوں کا پیچھا کر رہی ہیں۔ یہ وہ مظلوم آوازیں ہیں جن کی ساری حسرتیں اور خوشیاں حویلیوں کی نظر ہو گئی ہوتی ہیں۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اس کے بعد اُس قبرستان سے ایک وحشیہ کی آواز اُبھرتی ہے۔جس کو سماج نے حواس دلدل میں پھینکا اُس کے جسم سے اپنی ہوس کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔اور پھر اُسے سماج سے الگ کر کے پھینک دیا۔اور آج اُس کا مُردہ جسم انتقام پر اُتر آیا ہے۔ان تمام آوازوں کو سننے کے بعد قاری اپنا محاسبہ ضرور کرنے لگتا ہے۔

فاروق رینزو شاہ کے اس افسانے میں تمام فنی خصوصیات موجود ہیں۔علامتی پلاٹ و کردار افسانے کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔منظر کشی،موضوع اور زبان و بیان کے اعتبار سے یہ ایک عمدہ افسانہ ہے۔افسانہ پڑھ کر اس بات کا انکشاف بھی ہو جاتا ہے کہ مصنف کے دل میں سماج کے تیئں ہمدردی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

درد کا غرور

اس افسانے میں موجودہ معاشرے کے امیر طبقے پر طنز کیا گیا ہے۔افسانہ نگار نے اس کہانی میں امیروں کی اٹھ کھیلیوں اور غریبوں کی مجبوریوں کا موازنہ کیا ہے اور ایک چھوٹے بچے کے کردار کو پیش کر کے خودداری کو زندہ رکھا ہے۔

اس کہانی کا پلاٹ کچھ اس طرح ہے خواجہ صاحب کا بیٹا جاوید جو ایک امیر گھرانے میں نازو نعم سے پرورش پا رہا ہے۔دُنیا کی ہر نعمت اُسے میسر ہے۔اُس کے پاس ایک حسین گڑیا ہے۔جس کے ساتھ وہ گھر کے صحن میں اکثر کھیلتا رہتا ہے۔

خواجہ صاحب کی حویلی کے قریب ہی غفارا نائی کی ایک بوسیدہ سی جھونپڑی ہے۔غفارا کا بیٹا ظہور گلی کے آوارہ کتوں کے ساتھ کھیل کر اپنا وقت گزار لیتا ہے۔ایک دن ظہور نے جاوید کو کھیلتے ہوئے دیکھا۔وہ آہستہ آہستہ اُس کے صحن کے قریب پہنچ گیا۔اور اُس گڑیا کو حیرت سے دیکھنے لگا۔ظہور کے جذبات کی عکاسی مصنف نے یوں کی ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''گڑیا کی مقناطیسی کشش ظہور کو کھینچنے لگی۔ بے خودی
کے اس عالم میں ظہور اُس گڑیا کے نزدیک پہنچا لیکن
جاوید ایک زوردار قہقہا لگائے ہوئے کہنے لگا تم
جھونپڑی میں رہنے والے گڑیا کو بھی پسند کرتے ہو۔ ہا
ہا تمہارا نائی باپ اتنی مہنگی گڑیا کہاں سے لا سکتا
ہے۔ یہ کہہ کر جاوید اندر چلا گیا۔ ۸

دوسری طرف خواجہ صاحب کو غفارا کے اُسترے سے اعتراض ہے۔ جو کہ بہت پرانا ہو چکا ہے۔ لیکن غفارا کو نیا استرا خریدنے کا خیال کم لیکن ظہور کے لئے نئی گڑیا خریدنے کی فکر زیادہ ستا رہی ہے۔ ظہور کی ضد کے آگے اس کا باپ بے بس تھا۔ آخر کار غفارا نے خواجہ صاحب سے اُسترے کے لئے چالیس روپے مانگ لئے اور پورے دو مہینے اور بیس دن تک داڑھی بنانے کا وعدہ کیا۔ غفارا نے اُس سے نیا اُسترا تو نہ خریدا بلکہ بڑی مشکل سے ظہور کے لئے گڑیا خرید کر لایا۔

ظہور نے رات بھر گڑیا کو سینے سے لگا کر رکھا۔ اور اُسے چومتا رہا۔ اُسے جاوید کی کہی ہوئی باتیں یاد آنے لگیں۔ جب صبح ہوئی ظہور نے غفارا کا پرانا اُسترا نکالا۔ گڑیا کو لے کر جاوید کے پاس حویلی میں پہنچ گیا۔ اور گڑیا کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جاوید کے منہ پر مار دیئے۔

متذکرہ افسانے میں مصنف نے ایک غریب بچے کے جذبات اور اسکی خوداری کو بھرپور طریقے سے پیش کیا ہے۔ اور فنی مہارت کے ساتھ زندگی کے تاریک گوشوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ فاروق رینزو نے کرداروں کی زبان سے جس طرح مکالمے ادا کروائے ہیں اُس سے کہانی میں ایک ڈرامائی شان پیدا ہو گئی ہے۔ کہانی کا پلاٹ جتنا پیچیدہ ہے۔ اتنا ہی دلچسپ اور معلوماتی بھی ہے۔ کہانی کار نے بیک وقت دو طرح کے موضوعات سے قاری کے ذہن کو تجسس

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اور سوچ میں مبتلا کر کے اصلاحی درس بھی دیا ہے۔

پر چھائیوں کا شہر

''پر چھائیوں کا شہر'' فاروق رینزوشاہ کا بہترین افسانہ ہے۔ جس میں انہوں نے انسان کے ضمیر کو موضوع بنایا ہے اور ایک ایسے دور کی عکاسی کی ہے جس میں معصومیت، انسانیت، شفقت اور محبت دم توڑتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ یہ ایک اصلاحی تخلیق ہے جس کی ابتداء میں ہی مصنف نے ایک نوٹ لکھ کر واضح کیا ہے۔

> ''میرا نیک اور بہادر دوست مشتاق وانی جو کہ کشمیر کا ایک مشہور فٹ بال کھلاڑی بھی تھا۔ اچانک بجلی کی تاروں کو چھونے سے مر گیا۔ اُس مجاہد دل میں ہمیشہ باطل کے خلاف گرم لاوا موجزن تھا۔ میں یہ افسانہ اسی دوست کے نام کرتا ہوں۔ جس کو اس بدقسمت وادی کا مستقبل سنوارنے کے لئے بہت کچھ کرنا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے بہشت میں بلاوا بھیجا۔ 9

متذکرہ نوٹ کو پڑھتے ہی قاری کے ذہن میں مختلف سوالات اُبھرنے لگتے ہیں اور دلچسپی اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ کہانی کی ابتداء میں گھنے جنگل کا ایسا منظر پیش کیا گیا ہے۔ جہاں ایک گونج دار قہقہہ بلند ہوتا ہے اور پھر قہقہوں سے سارا جنگل گونج اُٹھتا ہے۔ اس آواز سے ایک عجیب قسم کی دہشت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ آدم خوروں کا جلوس تھا۔ یہ لوگ اندھیرے کو دیوی دیوتا مانتے تھے۔

افسانہ نگار نے اس افسانے میں انسانوں کی نفرت خود غرضی اور ظلم کو اندھیرے سے تعبیر کیا ہے اور وہ لوگ جن میں مذکورہ صفات پائی جاتی ہیں۔ آدم خوروں سے مناسبت دی ہے۔ یہ آدم خور

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ایک جنگورے کوسزا سنانے والے تھے۔ جس نے روشنی کی ایک کرن دیکھی تھی۔ اُس نے فقط اتنا کہا تھا کہ اس روشنی کو اپنالو ورنہ زندگی بھر بے چین رہو گے۔ اور ایک دوسرے کو کھاتے رہو گے۔ وہ بار بار یہ کہہ رہا تھا۔

> ''اس جنگل کی بدصورت تاریکی کے باہر پیاری اور حسین روشنی ہے۔'' جنگورے کے اس اعلان نے آدم خوروں کی بستی کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ آدم خور غضبناک ہو کر چیخنے چلانے لگے تھے۔ جنگورا پاگل ہے۔ باغی ہے۔ جنگورے کو سزا دو۔'' آدم خوروں نے حلق پھاڑ پھاڑ کر کہا تھا۔''[10]

آدم خوروں کے پاس قانون کی بڑی بڑی کتابیں تھیں۔ اُن میں سچ کہنا جُرم اور کسی کا حق چھین لینا انصاف تھا۔ چنانچہ جنگورے کو سچ بولنے کی پاداش میں کچا چبانے کی سزا سنائی گئی اور آدم خوروں نے نشے میں مست ہو کر وحشی درندوں کی طرح جنگورے کو پھاڑ ڈالا۔ لیکن جنگورے کے جسم کے ٹکڑے کرنے کے بعد آدم خور پچھتا رہے تھے کہ انہوں نے جنگورے کو کیوں مارا حالانکہ وہ اُنہیں ایک خوبصورت زندگی دے رہا تھا۔ لیکن وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اور اب وہ اس کا مزار بنانے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔

فاروق رینزو نے جنگورے کی جو تصویر پیش کی ہے دراصل یہی ہمارے سماج کا المیہ ہے۔ جہاں کوئی سچ بولنے کی ہمت نہیں رکھتا اور اگر کوئی شخص ظلم کے خلاف آواز اُٹھاتا ہے تو اُسے طرح طرح کی ازیتیں دی جاتی ہیں۔ مصنف نے انسان کے سوئے ہوئے ضمیر کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ افسانے کا اسلوب نگارش کافی دلکش ہے۔ اور زبان و بیان کے لحاظ سے بھی یہ ایک عمدہ افسانہ ہے۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

گناہ اور گناہ

"گناہ اور گناہ" فاروق رینزو شاہ کا ایک ایسا افسانہ ہے جس میں اُنہوں نے انسان کی جنسی نفسیات کو خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے اور یہ بتانے کی سعی کی ہے کہ انسان اپنا محاسبہ تو نہیں کرتا لیکن دوسروں پر کیچڑ اُچھالنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

متذکرہ افسانے میں ایک ایسے گناہ کی کہانی ہے جو ہے تو ایک جیسا لیکن دو مختلف جگہوں پر واقع ہونے کی وجہ سے انجام مختلف ہوتا ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار مولانا محمد فیاض واعظ ہے لیکن صرف زبان کی حد تک، عملی دنیا میں وہ نہایت ہی مکار قسم کا انسان ہے۔ ایک رات جب آندھی زور وشور سے چل رہی ہوتی ہے واعظ ایک بڑے آئینے کے سامنے دوسرے دن دینے والے خطبے کی مشق کر رہا ہے اور اُسکی حویلی کے ایک دوسرے کمرے میں اس کا بیٹا محمد امتیاز ایک چھوٹے رنگین ویڈیو پر دو جسموں کے درمیان ہونے والا ننگا ناچ دیکھ رہا تھا۔ اور دروازے کی جھری سے اُس کی بہن شفقت بھی ویڈیو سے اٹھنے والی مدھر سسکیوں کو سُن رہی تھی۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ ہوس کی آگ اور نفسیاتی خواہش نے امتیاز اور شفقت کو ایک دوسرے کی باہوں تک پہنچا دیا۔

کہانی کا پلاٹ دہرا ہے۔ مصنف نے دو کہانیوں کو ایک ساتھ پیش کیا ہے۔ لیکن انداز بیان اتنا دلکش ہے کہ مقصد نہیں چوکتا اور قاری برابر واقعات کی رو میں بہتا چلا جاتا ہے۔ افسانہ نگار نے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ ہمارے معاشرے میں پردوں کی آڑ میں کیا کچھ نہیں ہوتا۔

کہانی کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ علی جو اپنی جھونپڑی میں اپنی بیوی تین نوجوان لڑکیوں اور ایک بیٹے کے ساتھ موجود ہے۔ میٹھی سسکیوں کا ایک طوفان علی جو اور اُسکی بیوی کی مدھم آواز کے ساتھ اُٹھ رہا ہے جسے اس کا بیٹا اور بیٹی بھی سن رہے ہیں اور انہیں ایک عجیب قسم کی لذت

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

محسوس ہورہی ہے۔ جنسی بھوک نے حامد اور اسکی بہن عائشہ کو اتنا قریب کردیا کہ صبح جب وہ اُٹھے تو وہ ایک دوسرے کی باہوں میں تھے۔

حامد نے خودکشی کی ناکام کوشش کی، دوسری طرف علی جو یہ صدمہ برداشت نہ کرسکا اور اس راز پر سے پردہ اُٹھ گیا۔ مگر مولانا فیاض کے گھر میں ہونے والا گناہ حویلی کے اندر ہی دب کررہ گیا۔ جب حامد اور عائشہ کے کیس کی فائل مولانا فیاض کی عدالت میں پیش کی گئی تو اس نے یہ فتویٰ صادر کیا کہ انہیں پتھر مار مار کر ہلاک کیا جائے۔ مولانا فیاض بڑے فخر کے ساتھ اپنے بیٹے سے کہہ رہا تھا تم بھی جاؤ اور اِن کو پتھر مارو تا کہ تمہارے گناہ دھل جائیں۔

دل کی پیاس اور جسم کی بھوک فاروق رینزو کے افسانوں کا بنیادی موضوع ہے وہ سماج کو اس بات کا احساس دلانا چاہتے ہیں۔ کہ جسم کی بھوک انسان کو اندھا بنادیتی ہے مختصراً یہ کہ مصنف نے ''گناہ اور گناہ'' میں سماج کی برائیوں سے پردہ اُٹھا کر یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ہوس کی آگ میں انسان کس طرح رشتوں کے تقدس کو پامال کرتا ہے۔ کردار نگاری کے لحاظ سے بھی یہ ایک عمدہ افسانہ ہے۔ افسانے کی زبان شُستہ اور بامحاورہ ہے۔ ان کا اسلوب نگارش کافی دلچسپ اور اُن کی زبان صاف اور نکھری ہوئی ہے۔

پگھلتے سہارے

رومانوی طرز پر لکھے گئے اس افسانے میں جاگیردارانہ طبقے پر طنز کیا گیا ہے۔ اور اس بات کی کُھل کر عکاسی کی گئی ہے کہ ہمارے سماج کا امیر طبقہ جِسے ہر قسم کی عیش وعشرت کا سامان میسر ہے۔ کس طرح غریب اور بے بس لوگوں کا مذاق اُڑاتا ہے۔ مصنف نے اس حقیقیت پر سے پردہ اٹھانے کی سعی کی ہے کہ دراصل یہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ کیونکہ وقت صدا ایک جیسا نہیں رہتا اور انسان کی زندگی میں اکثر نشیب وفراز آتے رہتے ہیں۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

متذکرہ افسانے میں جذبات کی ہم آہنگی اور پختگی کے ساتھ افسانہ نگار کے احساسات اور محسوسات کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ کہانی کا پلاٹ کچھ اس طرح ہے۔ ایک نوجوان جو جھونپڑی میں رہتا ہے اُس کے پاس پہننے کو کپڑا نہیں۔ دو وقت کی روٹی میسر نہیں لیکن وہ اپنے پڑوس میں رہنے والی لڑکی سے محبت کرتا ہے۔ وہ ایک عالی شان بنگلے میں رہتی ہے۔ اُس نے جب بھی کبھی اُس لڑکی کے قریب جا کر بات کرنی چاہی تو اُس نے ایک غریب کے جذبات کا مذاق اُڑایا۔ جسے مصنف نے یوں قلمبند کیا ہے۔

"تم بھوکھا لاغر نوجوان۔ مجھ سے عشق کرتا ہے ہاہا۔
کیچڑ میں رہنے والے کیڑے کی آسمان کی نیلا ہٹوں
میں خوبصورت پرندے کے سنگ اُڑنے کی چاہت
پوری ہوسکتی ہے۔ لیکن تمہارا اور میرا ملن ممکن نہیں۔ یہ
کہہ کر اُس نے خود کو ایک ادا کے ساتھ جھٹکا دیا۔ اور
مجھ سے دور چلی گئی۔!!

اُس نوجون نے ارادہ کیا کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی محبت کو ضرور حاصل کرے گا۔ اُس کی غیرت جاگ اُٹھی۔ اسکول سے یونیورسٹی تک تمام کلاسوں میں امتیازی حیثیت حاصل کی۔ اُسے فخر تھا کہ دُنیا والے اُسے شاباشی دیں گے لیکن جب وہ عملی دُنیا میں قدم رکھتا ہے تو مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ ہر طرف آپا دھاپی کا دور دورا ہے۔ ہر شخص ایک دوسرے کو لوٹ رہا ہے۔ وہ بہت مایوس ہو کر سوچنے لگتا ہے۔ کیا میری محنت کا یہی صلہ ہے۔ پھر ایک دن وہ کاروبار میں آنے کا فیصلہ کرتا ہے، وہاں بھی بڑے بڑے کاروباری خونخوار مچھلیوں کی طرح چھوٹی مچھلیوں کو نگلنے کی تاک میں ہوتے ہیں۔ آخر کار وہ نوجوان بے بس ہو جاتا ہے۔ اور تنگ آ کر امتیازی سندوں اور امتیازی تمغوں کو آگ کی نظر کر دیتا ہے۔ وہ لڑکی جس سے یہ نوجوان بے انتہا محبت کرتا

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہے اُس بوسیدہ جھونپڑی میں تماشہ دیکھنے آئی اور کہا۔

"جلا دیا گندھا تھیلہ جس کی بدولت تم مجھے اپنانا
چاہتے تھے۔ ہا۔ ہا۔ ہا" اُس کے نفرت انگیز قہقہوں
سے میری سماعت کے پردے پھٹنے لگے۔ ۱۲

نہایت ہی مایوسی کے عالم میں وہ نوجوان اُس دوشیزہ سے سوال کرتا ہے۔ اگر میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ آخر میں ایسا کیا کروں کہ تمہیں پا سکوں۔ وہ دوشیزہ بڑے نرم لہجے میں جواب دیتی ہے۔ تم اپنے ضمیر کے خون سے میری پیاس بجھاؤ۔ اس کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہونے لگتے ہیں اور گرم بانہوں میں سما جاتے ہیں۔

متذکرہ افسانے میں مصنف نے ایک ایسے انسان کی محبت کو موضوع بنایا ہے جس کی ابتداء اور انتہا کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ وہ نفسیاتی الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ اُس کی سوچ یکساں نہیں رہتی۔ کہانی کا پلاٹ مربوط ہے۔ زبان و بیان بھی صاف رواں اور شگفتہ ہے۔

اور ٹیلی ویژن مسکرایا

"اور ٹیلی ویژن مسکرایا" فاروق رینزو کے اہم افسانوں میں سے ایک ہے۔ جو وقت کے ہر تقاضے کو پورا کرتا ہے اور فنی اعتبار سے بھی افسانے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ مصنف نے مکمل طور پر ہمارے معاشرے کی عکاسی کی ہے۔

سائنسی ایجادات نے ویسے تو ہمارے معاشرے میں بہت سی برائیوں کو جنم دیا ہے اور انسانی ذہن پر ایک گہری چھاپ چھوڑی ہے۔ لیکن افسانہ نگار نے صرف ٹیلی ویژن کو موضوع بنا کر چند عیوب کو بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔

متذکرہ افسانے میں اگرچہ مرکزی کردار علی جو کا ہے۔ لیکن اُس کے ساتھ حاجی صمد، ڈاکٹر

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سہیل، قاضی حبیب اور مولانا واعظ بھی افسانے کی اہم کڑی ہیں۔

کہانی اُن چہ منگویوں سے شروع ہوتی ہے جو محلے والوں کے درمیان ہوتی ہیں۔ جب ساری بستی علی جو کے گھر پر اینٹینا دیکھ کر حیرت زدہ ہے۔ حالانکہ یہ اینٹینا حاجی صمد، ڈاکٹر سہیل، قاضی حبیب اور مولانا واعظ کے مکانوں پر بھی موجود ہے لیکن مذکورہ افراد کے گھروں پر اینٹینا موجود ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں کیونکہ اس کے پیچھے بہت سی پائدار وجوہات موجود ہیں۔ یہی وجوہات دراصل قاری کی دلچسپی کا سبب بنتی ہیں۔ حاجی صمد جو کا کردار دو پہلو لئے ہوئے ہے۔ اول تو یہ کہ چرس کا بیوپاری ہے۔ اُسی پیسے سے حج کرنے کے لئے جاتا ہے اور واپسی پر ٹیلی ویژن خرید لاتا ہے۔ فلمی گانوں اور فلموں کی وجہ سے مسجد سے زیادہ حاجی صمد کا گھر آباد ہے۔ ڈاکٹر سہیل کو یہ ٹیلی ویژن اُس کی شادی پر جہیز میں ملا۔ قاضی حبیب چیف انجینئیر ہے اس لئے اُس کے گھر میں ٹیلی ویژن ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔

المیہ یہ ہے کہ مولانا واعظ جو ابتداء میں تو ٹیلی ویژن کے خلاف کفر کے فتوے صادر کرتے تھے۔ لیکن حاجی صمد کی دعوت پر فلم ''بوبی'' اُن کے دل پر اثر کر گئی۔ اُنہوں نے بھی اپنے گھر کی چھت پر انیٹنے کو جگہ دے دی اور مسجد میں ٹیلی ویژن کو معلومات کا ایک ذریعہ قرار دیا۔ علی جو ایک ترکھان ہے اس کے گھر پر انیٹینا لوگوں کے لئے حیرانی کی بات ہے۔ علی جو نے اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور کالج تک پہنچایا۔ لیکن وہ جب بھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ ہوتی تو اپنے آپ کو کمتر محسوس کرتی۔ علی جو کو اندر ہی اندر سے یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو ٹیری کاٹ کا سوٹ خرید کر نہ دے سکا۔

ایک دن علی جو جب گھر واپس آیا تو اُس کی بیٹی نے ایک مہنگی پوشاک زیب تن کر رکھی تھی۔ جب علی جو نے پوچھا تو اُس نے کہا کہ یہ میری سہیلی سویٹی نے تحفے میں دیئے ہیں۔ پھر ایک دن ٹیلی ویژن بھی تحفے کی صورت گھر میں داخل ہوا۔ علی جو کہنا تو بہت کچھ چاہتا تھا لیکن وہ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بے بس تھا۔ جب ایک دن علی جو نے اُسے ڈانٹ کر ٹیلی ویژن بند کرنے کے لیے کہا تو اُس کی بیٹی بے ساختہ کہہ اُٹھی۔

''دیکھنے دو ڈیڈی۔ آج سب گھروں میں اسے دیکھتے
ہیں ۔ شکیلہ بھی باپ کے سامنے ٹیلی ویژن دیکھتی
ہے۔۔۔۔۔۔تم بھی اس کا لطف اُٹھاؤ۔۱۳؎

الغرض سوسائٹی کے تحفوں نے گُل کی زندگی بدل دی اور گُل چراغِ خانہ کے بجائے شمع محفل بن گئی۔ ایک دن علی جو نے اچانک ٹیلی ویژن آن کیا تو وہاں اُن لڑکیوں کی تصویریں دکھائی جا رہی تھیں۔ جنہیں پولیس نے ہوٹل پر چھاپے کے دوران گرفتار کیا تھا۔ علی جو نے جب وہاں اپنی بیٹی کی تصویر دیکھی تو وہ ہوش باختہ ہو گیا اور ٹیلی ویژن کی سکرین توڑنے لگا۔ برقی رو کی تاروں نے اس کا خون چوس لیا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ اور اُس کی روح پرواز کر گئی۔

''اور ٹیلی ویژن مسکرایا'' فاروق رینزو کا ایک ایسا افسانہ ہے جو پڑھنے کے بعد قاری کے دل ودماغ پر گہرے نقوش چھوڑ جاتا ہے۔ کہانی اپنے عروج پر اُس وقت پہنچتی ہے۔ جب علی جو کے گھر میں ٹیلی ویژن آتا ہے اور تصادم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن تصادم فیصلہ کُن صورت اختیار کر لیتا ہے جس میں کوئی الجھاؤ نہیں رہتا۔

مختصراً فاروق رینزو شاہ کا یہ افسانہ ہر لحاظ سے مکمل و بہتر ہے۔ اس کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے زبان صاف، سادہ اور آسان استعمال کی ہے۔

میرا دوسرا جنازہ
جب روح بھٹکتی ہے

''میرا دوسرا جنازہ'' خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کا ایک ایسا افسانہ ہے جس میں انہوں نے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علامتی انداز میں دو بڑے پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔اور کھرے کھوٹے کے فرق کو ایک روح کی زبانی اس طرح بیان کروایا ہے کہ اُس پر حقیقت کا گماں ہونے لگتا ہے۔

متذکرہ افسانے میں ایک جنازے کا حال بیان کیا گیا ہے جس کے پیچھے مرد وزن چل رہے ہیں۔اور مردہ جسم مخمل سے سجائے ہوئے ایک تابوت میں بند ہے۔اس جسم کی روح دور آسمان کی بلندیوں سے دیکھ رہی ہے۔اُسے اپنے جسم کی پزیرائی دیکھ کر ہمدردی سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ لیکن پھر اُسے وہ گھٹن، وہ تڑپ، وہ بے چینی یاد آتی ہے جو اس کے اندر محسوس کر رہی تھی اور آزاد ہونے کے لئے خدا سے دعائیں مانگی تھیں۔

اصل میں یہ اس جسم کا دوسرا جنازہ تھا۔اس کا ایک جنازہ آج سے تیس سال پہلے اُٹھ چُکا تھا لیکن تیس سال پہلے والا جنازہ اس سے بالکل مختلف تھا۔روح کی زبانی۔اقتباس ملاحظ فرمائیں۔

''آج سے تیس سال پہلے بھی مجھے اپنے جسم سے رہائی ملی تھی۔۔۔۔۔لیکن اُس دِن میرے جنازے کے پیچھے کوئی بھی آدمی سینہ کوبی نہیں کر رہا تھا۔کسی کی آنکھ سے آنسو نہ ٹپکا۔[۱۴]

دراصل جب اس جسم کو تیس سال پہلے رہائی ملی تھی وہ لاغر اور کمزور تھا۔جس نے ایک جھونپڑی میں جنم لیا۔دو وقت کی روٹی بھی میسر نہ تھی۔اُس وقت روح یہ تمنا کر رہی تھی کہ کاش مجھے بھی ہنستے مسکراتے جسموں میں پھونک دیا جاتا۔

یہی وہ خواہش تھی جب جسم کا پہلا جنازہ اُٹھا تھا اور اس کے بعد اس روح کو دوبارہ ایک جسم میں پھونک دیا گیا۔لیکن اب کی بار جسم میں نمایاں تبدیلیاں ہونے لگیں۔اقتباس پیش ہے۔

''پہلے میرا جسم لوگوں سے ڈرتا تھا۔ان کے ظلم خاموشی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سے برداشت کرتا تھا۔ اب میرا جسم ظلم ڈھانے
لگا۔۱۵؎

یعنی اب جسم نے ظلم ڈھانا شروع کردیا۔ جب یہ جسم کسی پر ظلم ڈھاتا تو قہقہے لگاتا۔ لیکن روح کو اس مسکراہٹ اور قہقہوں سے نفرت ہو چکی تھی۔ اب اُس کی سمجھ میں مکمل طور پر بات آچکی تھی کہ قدرت نے اُسے واپس کیوں بھیجا۔ اور اب رہائی کی دُعا مانگی جارہی تھی۔ جو بالآخر تیس سال کے بعد قبول ہوئی۔

افسانہ ''میرا دوسرا جنازہ'' ایک نفسیاتی اور طنزیہ افسانہ ہے جس کو مصنف نے علامتی انداز میں پیش کیا ہے۔ اور یہ واضع کیا ہے کہ انسان جب تک اِس دُنیا میں آنے کا اصل مقصد نہیں سمجھ لیتا تب تک اُسے سکون میسر نہیں ہوسکتا۔

پولیٹکس

خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کا اصلاحی افسانہ ہے جس میں انہوں نے دورِ جدید میں سیاسی رسا کشی کی بنیادی وجوہات کو پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ اور قوم کے اُن رہبروں کے چہرے بے نقاب کیے ہیں۔ جنہیں منتخب تو عوام کرتے ہیں۔ لیکن بعد میں وہ لوگوں کے لئے دردِ سر بن جاتے ہیں۔ کہانی کا پلاٹ کچھ اس طرح ہے۔

فضل صاحب جنہوں نے سیاست کے میدان میں زندگی کے چالیس سال گذارے ہیں لیکن وہ زندگی کے نشیب وفراز کو ایک الگ ہی نظریئے سے دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے چالیس سالہ تجربے کو اپنے ہونے والے داماد کے ذہن میں یوں منتقل کرتے ہیں۔

''دیکھو بیٹے پولیٹکس میں صرف وہی فتحیاب ہے اور
کامیابی کے جھنڈے گاڑ سکتا ہے جس کی کمان میں

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جھوٹ دغابازی کے زہریلے تیر ہوں۔[16]

لیکن المیہ یہ ہے کہ فضل صاحب کے ہونے والے داماد کے ذہن میں سیاست کا تصور دوسرا ہے۔ وہ اِسے بھلائی اور نیکی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ وہ اس کے ذریعے عدلِ فاروقؓ قائم کرنا چاہتا ہے۔ اُسے فضل صاحب کے نظریات سُن کر شدید دھچکا لگتا ہے۔ یہ سب سُنتا اس کی مجبوری ہے کیونکہ وہ اس کی بیٹی سے محبت کرتا ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے۔

چنانچہ اِس کے بعد کشمکش کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ فضل صاحب اپنے ایک دوست کو دغا دے کر منسٹر بن جاتے ہیں۔ اور داماد کے سوال کا جواب کچھ یوں دیتے ہیں۔

''پولیٹکس میں دوست بننا گناہ ہے اور دوستی نبھانا

بے وقوفی۔۔۔۔ [17]

فضل صاحب کے داماد کو اُن پر سے بھروسہ اُٹھ جاتا ہے۔ جب اُس کی شادی ہو جاتی ہے تو وہ یہ کہہ کر فضل صاحب کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے کہ ایک لیڈر پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

متذکرہ افسانے کا پلاٹ مربوط ہے صرف کردار نگاری کے لحاظ سے ہی نہیں بل کہ زبان و بیان کے لحاظ سے بھی کامیاب ہے اس افسانے میں وحدت تاثر بھی ہے جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ فاروق رینزو نے اپنے افسانے کی تخلیق کے لئے نہ صرف اچھے موضوع کا انتخاب کیا ہے بل کہ حقیقت اور واقعیت کے قریب بھی کر دیا ہے۔

تپتے پتھر

''تپتے پتھر'' اس مجموعے کا پندرھواں افسانہ ہے جس میں مصنف نے موجودہ زمانے کے ایک نوجوان کا حیرت انگیز روپ اور اُس کا المناک انجام دکھایا ہے اور ساتھ ہی یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ جب کسی انسان پر ظلم کی انتہا ہو جاتی ہے۔ تو اُس پر ایک جنون کی سی کیفیت

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

طاری ہو جاتی ہے۔ مصنف نے غریبوں پر ہو رہے ظلم کا ذمہ دار کسی ایک شخص کو نہیں بل کہ پورے سماج کو ٹھہرایا ہے۔

افسانے کا پلاٹ کچھ اس طرح ہے۔ رفعت آرا جو افسانے کا مرکزی کردار ہے۔ اُس کی انیسویں سالگرہ شہر کے ایک بڑے ہوٹل میں دھوم دھام سے منائی جارہی تھی۔ شہر کے تمام دولت مند لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ سیٹھ انور جو بہت بڑا رئیس ذادہ تھا کبھی کسی پارٹی میں نہ جاتا تھا۔ لیکن اس محفل میں وہ موجود تھا۔ اور رفعت کے باپ کے لئے یہ بات قابلِ فخر تھی۔ جب رفعت کا باپ اُس کا تعارف سیٹھ انور سے کراتا ہے تو کہانی میں ایک ڈرامائی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ سیٹھ انور رفعت کو دیکھتے ہی بھڑک اُٹھتا ہے۔ اور محفل سے چلا جاتا ہے۔ اُسے اپنی بہن کی یاد آتی ہے۔ جسے بچپن میں غنڈوں نے اغوا کر لیا تھا۔ اس واقع کے بعد سیٹھ انور کسی کی مسکراہٹ کو برداشت نہ کرسکتا تھا۔ رفعت کی مسکراہٹ دیکھ کر سیٹھ انور پر ایک جنون سا طاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ رفعت کو قتل کر دیتا ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے وہی رفعت دراصل سیٹھ انور کی بہن ہوتی ہے۔

یہ کہانی آج کے اُس سماج کی تصویر کشی ہے۔ جہاں جھوٹ، فریب، مکاری، دھوکہ بازی اور کئی جرائم جیسی لعنتوں کا بول بالا ہے۔ زبان وبیان کے لحاظ سے بھی یہ ایک عمدہ افسانہ ہے۔ ''تپتے پتھر'' کو پڑھنے کے بعد اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فاروق رینزو سماجی مسائل پر کتنی گہری نظر رکھتے ہیں۔

زخم مسکراتے ہیں

''زخم مسکراتے ہیں'' خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کا ایک اصلاحی اور طنزیہ افسانہ ہے جس میں افسانہ نگار نے بے جوڑ شادیوں کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اور نہایت ہی خوبصورت انداز میں سماجی

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حالات کی منظر کشی کی ہے۔اس کہانی کا پلاٹ جتنا پیچیدہ ہے اُتنا ہی دلچسپ بھی ہے۔

احمد کہانی کا مرکزی کردار ہے احمد اور نیلوفر کی شادی کی تیسری سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منائی جارہی ہے۔مہمان تشریف لارہے ہیں۔سب سے پہلے حامد اور الفت حویلی کے اندر داخل ہوتے ہیں۔احمد کی نظر جیسے ہی اُلفت پر پڑی تو وہ ٹھٹھک سا گیا۔کیونکہ احمد اُلفت کی نگاہوں میں پانچ سال پہلے کا وہ پیار دیکھ رہا تھا۔وہ لمحے یاد کررہا تھا۔جوانہوں نے ایک ساتھ گزارے تھے۔اس کے بعد اشتیاق اور عائشہ کی جوڑی آتی ہے دونوں احمد اور نیلوفر کو مبارک باد دیتے ہیں۔لیکن اشتیاق نم آنکھوں کے ساتھ نیلوفر کے وہ وعدے یاد کررہا ہے۔جو اُس نے آج سے چار سال پہلے کیے تھے۔مصنف نے اس منظر کو یوں قلمبند کیا ہے۔

”ایک دوسرے کو دیکھ کر وہ دونوں چند لمحوں کے لئے اُس حسین دُنیا میں پہنچ گئے تھے۔جہاں اُن کی محبت کے پھول اب بھی مسکرارہے تھے۔دونوں کے دل اب بھی ایک دوسرے کا نام لے کر عبادت میں جُھک جاتے تھے۔حامد پچھلے پانچ سال سے الفت میں اپنی بچھڑی ہوئی شائستہ کو ڈھونڈ رہا تھا اور شائستہ پچھلے دوسال سے اشتیاق میں حامد کو تلاش کررہی تھی۔لیکن دونوں ابھی تک ناکام رہے تھے۔مگر اس ناکامی کو سمجھوتے کے حسین نقاب کے پیچھے چھپا دیا گیا تھا۔[18]

افسانہ ”زخم مسکراتے ہیں“ میں مصنف نے سماجی پابندیوں پر سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ جب تک دودلوں کا ملن نہ ہو دوجسموں کا ملن کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔کردار گنے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

چنے اور نمایاں ہیں۔افسانہ نگار کو زبان و بیان پر اچھی گرفت ہے۔ اور انداز بیان میں شگفتگی ہے۔یہی خصوصیت ان کے اندازِ بیان میں جاذبیت پیدا کرتی ہے۔فاروق رینزو کا یہ افسانہ ''زخم مسکراتے ہیں''سبق آموز بھی ہے اور قاری کو اصلاح کا درس بھی دیتا ہے۔

آخری سراب

خواجہ فاروق رینزوشاہ کا اصلاحی افسانہ ہے۔جس میں انہوں نے انسان کی سوچ اور بدلتے ہوئے رجحان کو موضوعِ بحث بنایا ہے اور ایک طالب علم کی ذہنی کشمکش کو پیش کیا ہے۔

کہانی کا پلاٹ کچھ اس طرح ہے۔احمد جو افسانے کا مرکزی کردار ہے نہایت ہی شریف اور قابل طالب علم ہے۔اُسے اس بات کی خوشی ہے کہ اس نے ہر کلاس میں امتیازی پوزیشن حاصل کی ہے۔ایک دن کنوکیشن ہال میں جب اُسے سونے کے تمغے سے نوازا جا رہا تھا۔وہ دِل ہی دِل میں دنیاوی زندگی کا ابدی زندگی سے موازنہ کر رہا تھا۔اُسے وہ وقت یاد آنے لگا۔جب اُس نے دنیاوی تعلیم کی خاطر مذہبی تعلیم کو ترک کیا تھا۔وہ اپنے آپ سے سوال کر رہا تھا۔اور ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا جسے مصنف نے یوں قلمبند کیا ہے۔

> ''میں جہاں تھا وہیں تھم گیا۔جیسے میں پتھر کا کوئی بُت
> تھا۔میری پتھرائی آنکھیں لہو کے اُس آخری قطرے پر
> جم چکی تھیں۔جو میرے مردہ دل سے بہہ کر ہوا میں
> ساکت ہو چکا تھا۔[19]

مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ ہی کہانی اختتام پزیر ہو جاتی ہے اور قاری کا ذہن جدید تعلیمی نظام پر غور وفکر کرنے لگتا ہے۔فاروق رینزو کی بیشتر کہانیوں کے پلاٹ سماجی زندگی میں سانس لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اِس کے علاوہ زندگی کی تلخ وشیریں سچائیاں بھی ان کے افسانوں میں بدرجہ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اتم موجود ہیں۔

مختصراً یہ کہ فاروق رینزو شاہ نے اپنی راہیں خود متعین کی ہیں۔ وہ کسی خاص نقطہ یا کسی خاص شخصیت کی تقلید نہیں کرتے انہوں نے سماجی مسائل کو اپنے افسانوں میں جگہ دی ہے۔ ایک سچے ادیب کی شناخت اس کے اسلوب سے ہوتی ہے وہی زندہ رہتا ہے۔ جس کا نیا اسلوب اور اسٹائل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں فاروق رینزو آگے نکل چکے ہیں۔ ان کی خوبصورت طرزِ تحریر دور سے پہچانی جاتی ہے۔ وہ کہانی کو آگے بڑھاتے وقت اپنے طرزِ تحریر کی خوبصورتی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

فاروق رینزو کی بیشتر کہانیوں کے پلاٹ اور کردار روحانی فضاء میں سانس لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ زندگی کی تلخ وشیریں سچائیاں بھی ان کے افسانوں میں بدرجہ اُتم موجود ہیں۔ کردار نگاری کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو فاروق رینزو شاہ کے افسانوں کے کردار جیتے جاگتے اور چلتی پھرتی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ مکالمہ نگاری کی بھی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ زبان و بیان کے حوالے سے بھی اُن کے افسانے کامیاب نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے افسانوں میں نہایت ہی سادہ اور عام فہم زبان استعمال کرتے ہیں۔

☆☆☆

۱..فاروق رینزو، ''بُجھتی شمع''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۸
۲..فاروق رینزو، ''بُجھتی شمع''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۹
۳..فاروق رینزو، ''بجھتی شمع''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۹
۴..فاروق رینزو، ''یہ غلامی کب تک''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۲۲
۵..فاروق رینزو، ''گرتی بلندیاں''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۲۶
۶..فاروق رینزو، ''گوشت کے داغ''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۴۷
۷..فاروق رینزو، ''سرسراہٹ کفن کی''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۵۵

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

۸..فاروق رینزو، ''سرسراہٹ کفن کی''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۵۴
۹..فاروق رینزو، ''درد کا غرور''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۵۵
۱۰..فاروق رینزو، ''گرتی بلندیاں''، مشمولہ ''پرچھائیوں کا شہر'' ص۔۶۲
۱۱..فاروق رینزو، ''گرتی بلندیاں''، مشمولہ ''پرچھائیوں کا شہر'' ص۔۶۴
۱۲..فاروق رینزو، ''پگھلتے سہارے''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۷۴
۱۳..فاروق رینزو، ''پگھلتے سہارے''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۷۴
۱۴..فاروق رینزو، ''گرتی بلندیاں''، مشمولہ ''اور ٹیلی ویژن مسکرایا'' ص۔۸۱،۸۲
۱۵..فاروق رینزو، ''میرا دوسرا جنازہ''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۸۸
۱۶..فاروق رینزو، ''میرا دوسرا جنازہ''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۹۱
۱۷..فاروق رینزو، ''پولیٹکس''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں''، ص۔۹۳
۱۸..فاروق رینزو، ''پولیٹکس''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں''، ص۔۹۸
۱۹..فاروق رینزو، ''زخم مسکراتے ہیں''، مشمولہ ''گرتی بلندیاں'' ص۔۱۱۷

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزو شاہ کا مقام ریاستی اُردو ادب میں

ریاست جموں وکشمیر ہمیشہ سے علمی، ادبی، تہذیبی اور ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہے۔ اس خوبصورت وادی کے پہاڑوں کی اونچائی اور گیرائی اِسے جنت نشاں بنا دیتی ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے بھی ریاست جموں وکشمیر کی شکل وصورت کوہ ہمالیہ، اراولیز اور زنسکار جیسے پہاڑوں کی وجہ سے ایک دلکش وادی کا منظر پیش کرتی ہے۔ جس کی پہچان دُنیا بھر میں منفرد ہے۔ قدرتی مناظر سے پُر اِس وادی نے اپنے دامن میں ایسی بیدار معزز شخصیات کو جنم دیا ہے۔ جنہوں نے ہر عہد میں اپنی فنکاری کا لوہا منوایا ہے۔ علاوہ ازیں مختلف مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے اس وادی کے باشندے مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ جن میں کشمیری، ڈوگری، پہاڑی، گوجری بلتی اور پنجابی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن اُردو کو یہ اعزاز حاصل ہے یہ ریاست کے تینوں خطوں یعنی کشمیر، لداخ اور جموں کے رابطے کی زبان بھی ہے۔ اُردو کو ڈوگرہ حکمرانوں کے دور میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۸۸۸ء میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے اس زبان کو سرکاری زبان کا درجہ بھی دیا۔ ملک کی واحد ریاست جموں وکشمیر ہی ہے جہاں اس کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ زبان ہمیشہ اہلِ ریاست کے لیے توجہ کا مرکز رہی ہے۔ ربط واختلاط کے ساتھ ہی ساتھ اُردو زبان تخلیقی سطح پر اُبھر کر بھی سامنے آئی۔

ریاست میں اُردو کے بہت سے نامور شاعر اور ادیب پیدا ہوئے جنہیں نہ صرف غیر معمولی شہرت نصیب ہوئی بل کہ ادبی دنیا میں ان کی تخلیقات کو اہل علم نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ جن شعراء اور ادباء نے اپنی تخلیقات کی بنا پر ریاست کو عالمی سطح پر متعارف کروایا ان میں سالک رام سالک، محمد دین فوقؔ، کاشی ناتھ ترچھل، نرسنگھ داس نرگس، کرشن چندر، رسا جاودانی، غلام رسول

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نازکی، کشمیری لال ذاکر، ٹھاکر پونچھی، پریم ناتھ پردیسی، قدرت اللہ شہاب، حامدی کاشمیری، پُشکر ناتھ، نور شاہ، وریندر پٹواری، آنند لہر، دیپک بُدکی اور خواجہ فاروق احمد رینزو کے نام سرِ فہرست ہیں۔ سالک رام سالک نے اگر ایک طرف ''داستانِ جگت روپ'' اور ''تحفہ سالک'' تصنیف کیں وہیں دوسری طرف فوق نے ناصح مشفق، غریب الدیار، اور نیم حکیم جیسے ناول لکھ کر ریاست میں اُردو ناول نگاری کی بنیاد بھی ڈالی۔

۱۹۴۷ء کے بعد ملک کے دوسرے خطوں کی طرح ریاست جموں وکشمیر میں بھی تقسیم وطن، ہجرت اور فسادات کے علاوہ دوسرے موضوعات پر ناول لکھے گئے لہٰذا اس عہد میں وادی کے ایک نوجوان ادیب کانشی ناتھ ترچھل خوشتر نے ''گوری شنکر'' کے عنوان سے ایک ناول شایع کیا۔ آزادی سے قبل لکھنے والوں میں نرسنگھ داس نرگس، کشمیری لال ذاکر، اور ٹھاکر پونچھی کے نام بھی اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۹۶۰ء کے بعد ریاست جموں وکشمیر میں ناول نگاری کے آسمان پر کئی نام اُبھر کر سامنے آئے ہیں۔ جن میں فاروق رینزوشاہ ایک نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ آپکا پہلا ناول ''زخموں کی سالگرہ'' ۱۹۸۲ء میں منظرِ عام پر آیا جس کی ادبی دنیا میں خوب پزیرائی ہوئی۔ اس ناول میں آپ نے مادہ پرستی کے دور میں نوجوان نسل کی پریشانیوں اور محرومیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نفسیاتی اُلجھنوں کا ازالہ فن کارانہ مہارت اور ذاتی تجربے کی بنا پر کیا ہے۔ ناول ''زخموں کی سالگرہ'' میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ کہانی کو چھوٹے ابواب میں تقسیم کر کے ہر باب کا نچوڑ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس سے فنکار کے شعور اور فنی پختگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ پلاٹ کی ترتیب و تنظیم میں روانی اور تسلسل بدرجہ اُتم موجود ہے۔

فاروق رینزوشاہ کا دوسرا ناول ''برف کے پھول'' کے عنوان سے ۱۹۹۱ء میں چھپ کر منظرِ عام پر آیا۔ اس ناول میں ایک ایسے شخص کی روداد کا بیان ملتا ہے جو مہاراجہ کے ظلم وستم کا شکار ہے اور

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جسے طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی ہیں جس کی وجہ سے وہ اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلا جاتا ہے۔ناول کے تمام کردار چونکہ مکمل ہیں اس لیے پلاٹ میں کوئی جھول دکھائی نہیں دیتی۔اور قصہ فطری طور پر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ناول کی زبان نہایت ہی سادہ اور سلیس ہے۔مصنف کو زبان و بیان پر اس قدر مہارت حاصل ہے کہ اُردو کے عام فہم اور سادہ الفاظ کے استعمال کے ساتھ انگریزی کے الفاظ کا فطری تصرف اس کی زینت کا باعث بھی بنتی ہے۔آپ کا تیسرا ناول ''کشمیر جھیل جلتی ہے'' کے عنوان سے ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا یہ ایک اصلاحی ناول ہے جس میں مصنف نے سماج میں پھیلی ہوئی بدعنوانیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔اس کے کردار جاندار اور متحرک ہونے کے ساتھ ساتھ خطہ کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۹۴۷ء کے بعد اُردو افسانہ بھی ترقی کی کئی منزلیں طے کرتا گیا۔اس میں نہ صرف موضوعاتی سطح پر وسعت پیدا ہوئی بل کہ تکنیکی اعتبار سے بھی خاطر خواہ تبدیلیاں اُبھر کر سامنے آئیں۔ ریاست جموں وکشمیر میں اُردو افسانے کی روایت قائم کرنے میں پریم ناتھ پردیسی، اور گنگادھر دیہاتی، قابلِ ذکر ہیں۔جنھوں نے نہ صرف ریاستی سطح پر اُردو افسانے کی روایت کو مستحکم کیا بل کہ ان کے یہاں اس کے ارتقاء کی مختلف شکلیں بھی نظر آتی ہیں۔

اِدھر اِسی عہد میں ٹھاکر پونچھی، اور موہن یاور کے یہاں اُردو افسانہ ترقی کی مختلف منزلیں طے کرتا ہوا نظر آتا ہے۔علاوہ ازیں اسی عہد میں سوم ناتھ ذتشی، علی محمد لون، دیپک کول، اختر محی الدین، نور شاہ، رام کمار ابرول وغیرہ کے افسانے ہمارے سماج کے مختلف طبقہ جات کی نمائندگی کرتے ہیں۔

بیسویں صدی کے نصف آخر میں ریاستی افسانہ نگاری میں فاروق احمد رینزوشاہ کا نام اُبھر کر سامنے آتا ہے۔جن کے افسانوں کو ادبی حلقوں میں کافی سراہا گیا۔وہ اپنے افسانوں کے موضوعات اپنے آس پاس کی زندگی سے لیتے ہیں۔

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میرے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا:۔

''پاس پڑوس میں روزمرہ کے جو واقعات رونما ہوتے ہیں وہ دیکھتا رہتا ہوں اور محسوس کرتا رہتا ہوں ان میں سے چند میرے دل کو چھو جاتے ہیں اور میں انہیں ناول اور افسانے کی صورت میں عام آدمی تک پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا ہوں'' ۔[1]

آپ کا دوسرا افسانوی مجموعہ ''گرتی بلندیاں'' سترہ افسانوں پر مشتمل ۱۹۸۴ء میں منظرِ عام پر آیا۔ ''درد کا غرور''، زخم مسکراتے ہیں، گناہ اور گناہ، اس مجموعے کی ایسی کہانیاں ہیں جن سے مصنف کی فنی پختگی کا احساس ہوتا ہے۔ ''رات ایک درد کی'' کے عنوان سے آپ نے ایک ڈراما بھی لکھا جسے بے حد پسند کیا گیا۔ اسی ڈرامے کے ذریعے ریاست میں فاروق رینزو شاہ بحیثیت اداکار بھی متعارف ہوئے۔ اداکاری کے لیے کشمیر یونیورسٹی نے انہیں اعزاز سے بھی نوازا۔

فاروق رینزو شاہ نے زندگی کے مسائل کو نہایت ہی لطیف اور پُر اسرار طریقوں سے بیان کیا ہے۔ جنہیں زندگی کے اعلیٰ ترین مظاہر کا موجب کہا جا سکتا ہے۔ آپ کی ادبی انفرادیت اور فنی پختگی قاری کو پہلی ہی نظر میں متاثر کرتی ہے۔ اپنے ناولوں اور افسانوں میں رینزو نے شائستہ، سلیس، بامحاورہ اور بناوٹ سے پاک نثری اسلوب استعمال کیا ہے۔ جو انہیں ریاست کے دوسرے ناول نگاروں اور افسانہ نگاروں سے جدا کر دیتا ہے۔

آپ کی کہانیوں کے اکثر موضوعات کسی شہر یا دیہات کے سانحے سے منسلک ہوتے ہیں۔ آپ نے اپنے دلکش انداز و اسلوب سے ریاستی اردو افسانے میں ایک طرح کی جدت اور شگفتگی پیدا کر دی۔

فاروق احمد رینزو شاہ نے اپنے ناولوں اور افسانوں میں سماج اور اس میں پرورش پانے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

والے مختلف افراد کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ وہ روزمرہ کے واقعات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپ نے عام زندگی میں پیش آنے والی مشکلات اور حادثات کو بڑی بے باکی اور صاف گوئی سے قلمبند کیا ہے۔ غربت افلاس، زندگی کی گہما گہمی، ڈر، خوف، دہشت، تنہائی، سیاست، دہشت گردی، رشوت ستانی غرض ہر طرح کے موضوعات خاص علامتی انداز میں پیش کر کے ریاستی اردو ادب میں اپنی الگ پہچان بنالی۔ رومان اور حقیقت کا امتزاج ان کے افسانوں کی ایک اور خصوصیت ہے۔ فاروق احمد رینزوشاہ کی افسانہ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے ماہر اقبالیات پروفیسر آل احمد سرور رقمطراز ہیں:۔

> ''فاروق احمد رینزو کے افسانے میری نظر سے گذرے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ فاروق کو افسانہ نگاری کا اچھا خاصا سلیقہ ہے۔ اوران کے افسانے گردوپیش کے حقائق کو گرفت میں لے لیتے ہیں۔ ابھی اُن کے یہاں زندگی کی پیچیدگیوں کا احساس پُختہ نہیں ہوا مگر چونکہ اُن کا مشاہدہ تیز اوران کا احساس سچا ہے اس لیے اُمید کی جاتی ہے کہ وہ جلد اس منزل کو بھی چھولیں گے۔ نوجوان افسانہ نگاروں کے لیے آج سب سے اہم منزل یہ ہے کہ وہ خطابت یا جذباتیت سے بچیں اور اسلوب میں وہ کنایت اور تیکھا پن سیکھیں، جن کی وجہ سے افسانہ بذاتِ خود سماجی اور اخلاقی ہوتا ہے۔ فاروق صاحب نے اس گُر کو سیکھ لیا ہے۔ فاروق صاحب کو زبان پر قدرت ہے۔ وہ کہنے کو بہت کچھ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

رکھتے ہیں۔ اس لیے اُن کے یہ افسانے بھی دلچسپی
سے بھرپور ہیں۔ اُمید ہے کہ وہ اگر سوچنے اور محسوس
کرنے کا یہ انداز جاری رکھیں گے تو ان کے افسانے
اس دور کے بہترین افسانے ثابت ہوں گے۔ میری
دعائیں اُن کے ساتھ ہیں۔'' ۲؎

اس میں شبہ نہیں کہ فاروق رینزو شاہ اپنے عہد کے نمائندہ افسانہ نگاروں سے متاثر ہیں لیکن ان کا انداز بیان اور اسلوب جداگانہ ہے۔ انہوں نے اپنی تخلیقات میں اکثر سماج میں پنپتے ہوئے ناسوروں کی نشان دہی کی ہے۔ آپ کے مضامین میں تنوع کے ساتھ ہی ساتھ بیان میں بھی نُدرت موجود ہے۔ وہ اکثر حقیقی واقعات کو فکشن کی مختلف اصناف میں سمیٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں اور ناولوں میں اکثر کردار کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس کی عمدہ مثالیں ''زخموں کی سالگرہ''، ''کشمیر جھیل جلتی ہے'' اور ''برف کے پھول'' میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

فاروق رینزو شاہ کی تخلیقات کے مطالعے اور تجزیے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جدید ذہن رکھنے کے ساتھ ہی اخلاقی قدروں کی پاسداری کی تلقین کرتے ہوئے جدیدیت کے حامی نظر آتے ہیں۔ ان کی طبیعت میں جو لطافت، نفاست اور نزاکت موجود ہے اس کا عکس ان کی تحریروں میں نمایاں ہے۔ فکشن نگاری میں آپ کو پوری دسترس حاصل ہے۔ اسی لیے یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھ بھی لکھا نہایت ہی غور و فکر اور سوچ سمجھ کے ساتھ صفحہ قرطاس پر بکھیر دیا۔ اکثر واقعات کا بیان ریاست کے دوسرے ادیبوں سے جداگانہ نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ شاید اُن کی تحریروں کی شائستہ زبان ہے۔

''میرا دوسرا جنازہ''، ''زخم مسکراتے ہیں'' اور سکون کے عنوانات سے تحریر کردہ افسانوں کے مطالعے سے یہ بات بخوبی عیاں ہو جاتی ہے کہ احساسِ تنہائی، نوجوان نسل کے درمیان بڑھتا ہوا

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ذہنی تناؤ، جنسی پہلو، اغواہی اور گُم شدگی جیسے مسائل فنکار کا مقدر بن گیا ہو۔ بیشتر تخلیقات میں ایک غریب اور لاچار شخص کے جذبات کا مدفن ہونا شدید احساس بن کر سامنے آتا ہے۔ فاروق احمد رینزوشاہ کی تخلیقات پر اظہار خیال کرتے ہوئے پروفیسر خُرشید حمر اصدیقی کا کہنا ہے۔

''فاروق احمد رینزو کا مقام ریاستی اردو ادب میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ میری نظر میں اُنکی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عورت کی عظمت اور اُس کے تقدس کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے پہلے افسانوی مجموعے ''ڈوبتے کنارے'' کا انتساب اپنی والدہ کے نام اس انداز سے کیا ہے۔''

''مجھے فخر ہے کہ میں نے ایک عظیم اور مقدس عورت کی کوکھ سے جنم لیا۔ اس نے مجھے ہمیشہ سچا پیار دیا۔ آج وہ نہیں بل کہ صرف اُس کی یادیں ہیں۔''

انہوں نے اپنے دوسرے افسانوی مجموعے گرتی بلندیاں کا انتساب اپنی چار پیاری بہنوں کے نام کیا ہے۔

''ڈوبتے کنارے'' میں شامل شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کا پیغام ہے۔ جس میں انہوں نے اُمید کی ہے کہ ''مستقبل میں بھی فاروق صاحب ادب کی خدمت کرتے رہیں گے''

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فاروق رینزو صاحب نے شیخ محمد عبداللہ کی اُمید کو پورا کیا ہے اور اپنے افسانوی سفر کو کامیابی سے آگے بڑھایا ہے۔ پروفیسر آل احمد سرور جن کا مرتبہ اُردو ادب کے صفِ اول کے نقاد کی حیثیت سے مسلم ہے۔ وہ فاروق صاحب کے بارے میں رقمطرز ہیں:

''فاروق صاحب کو زبان پر قدرت ہے۔ وہ کہنے کو بہت کچھ رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کے افسانے بھی دلچسپی سے بھرپور ہیں''

فاروق رینزو صاحب کے افسانے یقیناً عمدہ افسانے ہیں انہوں نے سماج کو بڑی گہری نظر سے دیکھا، سمجھا اور پرکھا ہے ان کے عنوان ہی قاری کو اپنی طرف متوجہ کر لینے میں کامیاب ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً راکھ، سجدہ۔ ''اُس کی ننگی لاش''، عورت، بجھتی شمع، گوشت کے داغ، سرسراہٹ کفن کی، زخم مسکراتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں زندگی کے تلخ حقائق کی بڑی بے رحمی سے عکاسی کی ہے۔ عورت کو اُن کے افسانوں میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ مثلاً ''سانپ کا کاٹا بچ سکتا ہے لیکن عورت کا ڈھنسا نہیں بچ سکتا''۔ ''عورت وہ سب کچھ کرسکتی ہے جو مرد نہیں کرسکتا''۔ ''عورت امرت بھی ہے اور زہر بھی'' وہ

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

''جنت بھی ہے اور جہنم بھی''۔ جہاں ایک طرف اُن
کے عنوانات باعث کشش ہیں۔ ان کے موضوعات
حقائق پر مبنی ہیں۔ وہیں ان کا انداز بیان بھی قاری کو
مسلسل اپنی گرفت میں لیے رہتا ہے اور قاری بڑی
دلچسپی سے ان کے افسانے پڑھنے میں محو ہو جاتا ہے۔
ہاں کبھی کبھی ان کے یہاں عریانیت کا بھی احساس
ہوتا ہے۔ لیکن ایسا شاید اس لیے ضروری ہو جاتا ہے
کہ حقائق اُبھر کر سامنے آسکیں۔ چنانچہ یہ کہنا حق
بجانب ہے کہ فاروق رینزو صاحب جموں وکشمیر کے
ایک اہم افسانہ نگار ہیں۔ ۳

ادب میں تغیر و تبدل جو نہ صرف ریاستی سطح پر بل کہ پورے برصغیر ہند و پاک میں جس رفتار کے ساتھ غالب ہو رہا ہے آپ نے اُس سے انحراف کیا ہے اور حقیقت نگاری کو تصنع اور بناوٹ پر ترجیح دی ہے جس کی بدولت آپ ماہرانہ قوت اور ولولے کے ساتھ انفرادی سمتوں کا سفر کرتے نظر آتے ہیں۔ جن کے واضح نقوش آپ کی تخلیقات میں ملتے ہیں جہاں ایک منجھے ہوئے فنکار کا فن خارجی حقیقتوں کے ساتھ داخلی قوتوں اور نفسیاتی گہرائیوں کی جستجو میں عمل و حرکت کرتا نظر آتا ہے۔

فاروق رینزو شاہ کا اندازِ بیان قاری کو فوراً اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ آپ کے باطن میں جو فنکار پردہ نشیں ہے وہ انتہائی جذباتی اور حساس ہے یہی وجہ ہے کہ وہ حالات کے بدلتے ہوئے تیوروں کے ساتھ ساتھ مختلف طبقوں اور انسانی گروہوں کے نشیب و فراز کی واردات کو بھی پیش کرتے ہیں۔ آپ کا قلم الفاظ کو معتبر کر دیتا ہے۔ ہر لفظ کی ایک مکمل تصویر بن کر قاری کے سامنے آتی ہے۔ آج کے اس پُر آشوب دور میں نوجوان نسل جس انتشار، بے خوابی، اضطراب اور گھٹن کا

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

شکار ہے آپ کی تخلیقات میں نہ صرف اس کا اظہار ہے بل کہ اس کے لیے ہمدردی، اُمید اور جہد مسلسل کا پیغام بھی موجود ہے جس کی جھلک ''بھاگتے لمحے'' ''جانوروں کی بستی'' اور پگھلتے سہارے میں نظر آتی ہے۔

جنسی گھٹن اور نفسیاتی اُلجھنوں کا نہ صرف آپ کے یہاں تصرف ملتا ہے بل کہ اس نقطے کو بخوبی سمجھتے ہوئے ہر طبقے کے نفسیاتی پہلوؤں کو اپنی تخلیقات میں سمو کر ایک اخلاقی درس دینے کی بھی سعی کی ہے۔ تحریروں میں داخلی زندگی کے مسائل سے نمٹنے کے ساتھ جدید معاشرے میں منقل ہونے والی مغربی بدعنوانیوں کا بیان بھی بڑے بے باکانہ طریقے سے ملتا ہے۔

پروفیسر قدوس جاوید نے ایک انٹرویو کے دوران خواجہ فاروق احمد رینزو شاہ کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ''میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت ریاست جموں وکشمیر میں نثر کے حوالے سے اور خاص کر فکشن کے حوالے سے فاروق احمد رینزو سب سے زیادہ فعال اور عمدہ لکھنے والوں میں سے ایک ہیں بل کہ سب سے نمایاں ہیں۔ جہاں تک افسانے کا تعلق ہے پریم ناتھ پردیسی اور پریم ناتھ درؔ کے بعد فاروق تنہا ایسے آدمی ہیں جنہوں نے افسانہ نگاری کے سفر کو کشمیر میں جاری رکھا۔ ان سے کچھ پہلے کے لوگ تھے مثال کے طور پر عمر نذیر اور دوسرے لوگ ان لوگوں نے بعض وجوہات کی بنا پر افسانہ نگاری کو تقریباً ترک کر دیا تھا۔ اس زمانے میں بھی فاروق افسانے بھی لکھتے رہے اور

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ناول بھی لکھتے رہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فاروق
کی افسانہ نگاری میں ان حقائق کا بھی ذکر ہے جو
۱۹۸۰ء کے بعد کشمیر میں خاص طور پر نمایاں ہوئے۔
یہ ان کی ادبی دیانت داری ہے کہ بہت ہی اہم سرکاری
عہدے پر فائز رہنے کے باوجود انہوں نے بلا خوف و
خطر نہ صرف یہ کہ ہنگامی حالات کا ذکر کیا بل کہ
حکومت کی بھی جو کوتاہیاں رہی ہیں ان پر بھی انہوں
نے بے لاگ تبصرہ کیا اور انہیں کرداروں کے حوالے
سے بعض واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
انہوں نے کشمیر کے اُن حالات پر بھی بہت ہی تعمیری
انداز میں تبصرہ کیا ہے۔ اس اعتبار سے میں یہ سمجھتا
ہوں کہ اس وقت وادی کشمیر میں اردو نثر لکھنے والے
بہت زیادہ تعداد میں نہیں ہیں لیکن جو ہیں ان میں
فاروق رینزو سب سے نمایاں قد کے مالک ہیں۔" [۴]

مختصر اً فاروق احمد رینزو شاہ کی تخلیقات کے مطالعے کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ فاروق رینزو نہ صرف ایک اہم ناول نگار کی حیثیت رکھتے ہیں بل کہ ڈراما نگاری اور افسانہ نگاری کے میدان میں بھی انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ جہاں تک فاروق احمد رینزو شاہ کی افسانہ نگاری کا تعلق ہے تو مجموعی اعتبار سے ان کے تمام تر افسانے جہاں موضوعاتی اعتبار سے اہمیت کے مستحق ہیں وہیں فنی اعتبار سے بھی جامع اور مکمل ہیں۔ فاروق رینزو شاہ نے اپنی تخلیقات میں جس فنی پختگی کو برتا ہے اس سے نہ صرف ریاستی اردو ادب کے اہم شاروں میں ان کا شمار ہونے لگا ہے

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بل کہ بیرون ریاست میں ان کے ادبی فن پاروں کی سراہنا ہو رہی ہے۔

ان کی تخلیقات سے متعلق پروفیسر شہاب ملک یوں رقمطراز ہیں:۔

> ''خواجہ فاروق احمد رینزو اپنے ناولوں اور افسانوں کے ذریعے ایک بلند مقام حاصل کر چکے ہیں۔ اور برصغیر جموں و کشمیر کے اہم ناقدین کی نوکِ قلم سے دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔''۵

☆☆☆

۱....راقم الحروف کو یہ باتیں فاروق احمد رینزو نے ایک انٹرویو کے دوران بتائیں۔

۲..''ڈوبتے کنارے'' خواجہ فاروق احمد رینزو، جے کے آفسیٹ پریس دہلی، یکم جون ۱۹۷۹ء ص۔۶

۳..یہ معلومات راقم کو پروفیسر خُرشید احمد صدیقی سے ایک انٹرویو کے دوران حاصل ہوئی۔

۴..فاروق رینزو بحیثیت ناول نگار، محمد عمران ٹاک جے کے بک ہاؤس، جموں، ص۔۶

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Gulshan
BOOKS
www.gulshanbooks.net

ISBN 978-81-8339-139-9
2011
97881 83391399
Rs. 295/-

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

Gulshan
BOOKS
www.gulshanbooks.net

ISBN 978-81-8339-139-9

97881 83391399

2011

Rs. 295/-

Dr. Khwaja Farooq Renzu Shah Collection, Srinagar